ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

قیام پاکستان کے تناظر میں علامہ محمد اسد کی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ

"AN ANALYTICAL STUDY OF ALLAMA MUHAMMAD ASAD'S CONTRIBUTIONS IN THE CONTEXT OF PAKISTAN'S ESTABLISHMENT"

1.Sajjad Hussain
PhD scholar, Department of Islamic studies, Superior University, Lahore, Pakistan.
su94-phisw-f24-012@superior.edu.com
2.Hafiz Muhammad Ahmad Qadri
PhD scholar,Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore, Pakistan.
su94-phisw-f24-010@superior.edu.com
3.khalid Mahmood
PhD scholar, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore, Pakistan.
su94-phisw-f24-009@superior.edu.com

Abstract:
Allama Muhammad Asad, born Leopold Weiss, was a prominent Islamic scholar, thinker, and diplomat whose contributions significantly shaped the early ideological framework of Pakistan. A convert to Islam, Asad brought a unique perspective to the challenges faced by the newly formed Muslim state. He actively supported the Pakistan Movement, believing in the necessity of a separate homeland for Muslims to practice and develop their faith freely.
Asad served as Pakistan's first Director of the Department of Islamic Reconstruction, where he worked to integrate Islamic principles into the governance and societal structure of the nation.
His diplomatic contributions included representing Pakistan at the United Nations, where he highlighted the country's vision as an Islamic yet progressive state. Through his literary works, such as The Message of the Qur'an *and* Islam at the Crossroads, *he provided intellectual guidance and inspired the integration of faith and modernity.*
Allama Asad's multifaceted contributions remain an enduring legacy in the development of Pakistan's ideological and cultural identity.

Keywords: Allama Muhammad Asad, Prominent, Reconstruction, Contributions, Intellectual.

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اسلامیان بر عظیم نے تحریک پاکستان کی پر جوش تائید وحمایت اس مقصد سے کی تھی کہ وہ ایک آزاد وخود مختار مسلم مملکت پاکستان میں اپنی انفرادی واجتماعی زندگی اپنے دین و عقیدے کے مطابق گزار سکیں گے اور وہاں شریعت کے مطابق قوانین پاس ہو کر نافذ ہوں گے۔ چنانچہ قیام پاکستان کی صورت میں انھیں عملاً اپنی اس آرزو کی تعبیر و تکمیل کا موقع میسر آگیا تھا۔ اب اس مملکت کی اسلامی تشکیل یعنی اس کے دستوری و سیاسی، قانونی و عدالتی، تعلیمی و معاشرتی اور اقتصادی نظام کو اسلام کے اصول و تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کا مرحلہ در پیش تھا۔ یہ کام آسان نہ تھا بلکہ حد درجہ دشوار تھا۔[1]

محمد اسد کی نگاہ میں پاکستان:

محمد اسد کی نگاہ میں پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانے کی راہ میں متعدد بڑی رکاوٹیں موجود تھیں جن کا ازالہ کیے بغیر پاکستان کی اسلامی تشکیل کی طرف پیش رفت کسی طور پر ممکن نہ تھی۔ چنانچہ ان مشکلات کا تدارک بے حد ضروری تھا۔ اسد کی نگاہ میں پاکستان کو اسلامی نمونے پر ڈھالنے میں جو رکاوٹیں موجود تھیں ان میں سب سے اہم مسلم عوام کی بھاری اکثریت کا اسلام کے حقیقی فہم و شعور سے عاری ہونا تھا۔ کیونکہ صدیوں سے اسلام کی

1 محمد اسد، اسلامی مملکت وحکومت کے بنیادی اصول، لاہور، مہر، غلام رسول، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز پبلیشرز، 1963ء، ص، 45

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اصلی و حقیقی تعلیمات سے ان کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ وہ صدیوں سے اسلام کے نام پر توہمات اور لایعنی رسومات میں مبتلا چلے آ رہے تھے۔ اسلام سے ان کا تعلق عقلی و شعوری نہیں بلکہ رسمی اور موروثی و پیدائشی تھا۔ اسد کا تجزیہ تھا کہ جدید مغربی نظام تعلیم جو برطانوی نوآبادیاتی نظام سے ورثے میں ملا تھا اپنی روح کے اعتبار سے اسلامی نظریہ حیات سے متصادم تھا۔ لارڈ میکالے کا مرتب کردہ نظام تعلیم اسلامی معاشرہ و ریاست کی تشکیل میں ہر گز معاون نہیں ہو سکتا تھا بلکہ اس راہ میں بڑی رکاوٹ تھا۔ چنانچہ اس نظام کے بجائے اسلامی اصول و تصورات سے ہم آہنگ نظام تعلیم کی تشکیل بے حد ضروری تھی۔ { اسد کے نزدیک اسلامی معاشرے اور ریاست کی تشکیل کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ملت کا اخلاقی بگاڑ و انحطاط تھا، جو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دوری ہی کا نتیجہ تھا۔ ان کو ملت کی روحانی و اخلاقی زبوں حالی اور پستی واد بار کا گہرا ادراک و شعور حاصل تھا۔ انھوں نے ملت کے اس بگاڑ کا برصغیر میں قیام کے دنوں میں بڑے قریب سے مشاہدہ کیا تھا اور تحریک پاکستان کے دنوں میں ہی سیاسی قیادت کو ملت کی روحانی و اخلاقی اصلاح کی ضرورت کا احساس دلایا تھا۔[2]

پاکستان کے قیام کے فوراً بعد:

پاکستان کے قیام کے فوراً بعد اخلاقی پستی و گراوٹ کے جو مظاہر دیکھنے میں آئے، اسد اس پر بڑے دل گرفتہ تھے۔ انھوں نے عوام و خواص میں لوٹ مار، متروکہ املاک پر قبضہ اور ان کی بندر بانٹ، رشوت ستانی و اقرباپروری، حرص و ہوس اور دھوکا دہی کے واقعات اور بے سروسامان لٹے پٹے مہاجرین کی آبادکاری کے معاملے میں مقامی آبادی کی طرف سے ایثار و قربانی سے کام لینے کے بجائے سنگ دلی اور خود غرضی کے رویے کا مشاہدہ کیا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے:

The Muslim Millat, which a short while ago had offered a splendid picture of unity and determination, has overnight been changed into a chaotic, demoralised mass of human beings And many of those who had been asserting that their one and only object was selfless service of the Millat, seem now to regard Pakistan as a happy hunting ground for all kind of selfish endeavours, and have no thought for anything but the securing, by hook or by crook, of petty economic advantages, jobs, careers and government contracts for themselves and their relatives. Instead of growing in spiritual stature under the weight of a unique and tragic experience, the Millat appears to have sunk to almost unbelieveable depths of confusion and corruption.[3]

مسلم امت، جس نے ابھی کچھ دیر پہلے تک اتحاد اور عزم استقلال کی بڑی شاندار تصویر (مثال) پیش کی تھی راتوں رات ایک منتشر اور پست حوصلہ انسانی ہجوم کی شکل اختیار کر لی ہے اور ایسے بہت سے لوگ جو اپنی جگہ ملت کی بے غرض و بے لوث خدمت کے مدعی تھے، انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ پاکستان کو اپنی جملہ نفسانی و معاشی اغراض کی تکمیل کے لیے ایک آسان چراگاہ تصور کرنے لگے ہیں۔ اب ان کا صحیح نظریہ ہر طور پر اپنے اور اپنے اعزہ و اقربا کے لیے جائز و ناجائز طریقوں اور مکر و فریب سے پست و گھٹیا معاشی مفادات، ملازمتوں اور تعمیر و ترقی کے سرکاری ٹھیکوں کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا۔ ملت جن اندوہناک حالات سے دوچار ہوئی ہے، ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اخلاقی و روحانی اعتبار سے ترقی کر جاتی مگر اس کے بجائے یوں لگتا ہے کہ یہ ملت ناقابل تصور حد تک اخلاق و کردار کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑی ہے۔

اسد کی نگاہ میں خود اہل مذہب کا مذہبی طرز فکر بھی پاکستان کی اسلامی تشکیل کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ ہے۔ روایتی مذہبی ذہن نہ صرف یہ کہ دورِ حاضر کے سیاسی و سماجی، قانونی و اقتصادی اور تہذیبی و معاشرتی مسائل کے ادراک اور پھر از روئے شریعت ان کا قابل عمل حل تجویز کرنے سے معذور ہے بلکہ وہ اس نوع کی کسی بھی مثبت اجتہادی کاوش کی راہ میں مزاحم ہے۔ وہ رجعت پسند ہے اور ذہنی جمود و تعطل کا شکار ہے اور صدیوں پرانی فقہ کو من و عن جاری و نافذ کرنا چاہتا ہے۔[4]

علامہ محمد اسد کے نزدیک شریعت کے نام پر قدیم روایتی فقہ کے نفاذ:

---

2 محمد اسد، اسلامی مملکت وحکومت کے بنیادی اصول، لاہور، مہر، غلام رسول، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز پبلیشرز، 1963ء، ص، 49

3 Muhammad Assad, the principle of the State (Karachi Islamic Publications, PVT Ltd, 1961), page, 40.

4 ارشد، محمد، اسلامی ریاست کی تشکیل جدید (محمد اسد کے افکار کا تنقیدی جائزہ)۔ پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، 2008ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

علامہ محمد اسد کے نزدیک شریعت کے نام پر قدیم روایتی فقہ کے نفاذ کا مطلب پاکستان کو زوال و انحطاط کی راہ پر بدستور گامزن رکھنا ہے۔ گویا ان کی نظر میں جس طرح سے فرنگیت و مغربیت (مغرب زدگی) پاکستان کی اسلامی تشکیل کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے بالکل اسی طرح قدامت پسندی بھی مانع ہے۔ پھر ایک اور رکاوٹ جو اس راہ میں درپیش تھی وہ اسلامی قانون کا مرتب و مدون حالت میں نہ ہونا ہے۔اسد کے الفاظ میں: دور جدید میں احیائے ملت کے راستے میں اسلامی نقطہ نظر سے جو بڑی مشکل پیش آتی ہے اور جس کی وجہ سے ہم کوئی صاف واضح اور عملی اسکیم تیار نہیں کر سکتے یہ ہے کہ ہمارے پاس قوانین شریعت کا کوئی ایسا جامع ضابطہ (Code) موجود نہیں ہے جس کا اطلاق تمام اجتماعی امور میں متفقہ طور پر ہوتا ہو یعنی جس کے بارے میں سب مذاہب نہیں تو کم از کم اکثریت کا اتفاق موجود ہو۔[5]

اسلامی تشکیل کے لیے محمد اسد کا تجویز کردہ لائحہ عمل

محمد اسد پاکستان کے قیام کو جدید مسلم دنیا میں ایک حقیقی اسلامی ریاست کی تشکیل کی طرف صرف پہلا قدم قرار دیتے تھے کہ اس سے اسلامیان بر عظیم پاک و ہند کو اپنے دین و عقیدہ کے مطابق اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر و تنظیم کا موقع میسر آگیا تھا۔ تاہم، ان کی نظر میں پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی ریاست میں بدلنے کے لیے بہت کچھ کرنے کی ضرورت تھی۔ ان کی سوچی سمجھی رائے یہ تھی کہ اسلامی ریاست خود بخود اور دفعتاً وجود میں نہیں آجاتی بلکہ وہ تو مسلم معاشرہ کے افراد کے اخلاق و کردار اور ان کے نظریاتی اور سماجی و سیاسی مطمح نظر کی عکاس اور آئینہ دار ہوتی ہے۔

چنانچہ اسد کے نزدیک پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لیے اس ملک کے باشندوں میں صحیح اسلامی اسپرٹ پیدا کرنا انھیں دین کی اصلی اقدار و تعلیمات سے روشناس کرانا اور ان کے اخلاق کی اصلاح اور ان کے معاشرتی رویوں کو اسلام سے ہم آہنگ کرنا ضروری تھا۔ ان کی رائے میں جب تک مسلم معاشرے کے افراد کی زندگی اسلام کے اصول و اقدار اور احکامات و تعلیمات سے ٹھیک طور پر ہم آہنگ نہ ہو جائے وہ دین کے مقاصد کے صحیح شعور و فہم سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مطالبات اور تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پوری طرح سے آمادہ نہ ہو جائیں اسلامی ریاست کا قائم ہونا ایک مشکل کام ہے۔ محمد اسد نے ستمبر ۱۹۴۷ء کو ریڈیو پاکستان سے ایک نشری تقریر میں کہا:

The Muslims were determined, after all the centuries of their decay, to have an Islamic State; and the establishment of a Muslim homeland was the first step in this direction. It was the first step only, for a truly Islamic State can not be produced by a conjurer's trick. A country that was for centuries ruled by an alien government in accordance with principles entirely alien to the spirit of Islam can not overnight, as if by magic, be changed into a state similar to that of al-Khulafa' al-Rashidun. We must not forget that it is the spirit of the people which is ultimately, and always, responsible for the spirit of the state; and as long as we, the people, are unable to rise to the demands of Islam, no leader in the world can ever succeed in making Pakistan an Islamic State in the full sense of this word. [6]

مسلمانوں نے صدیوں تک انحطاط و زوال سے دوچار رہنے کے بعد اس امر کا عزم کیا تھا کہ وہ اسلامی ریاست قائم کریں گے، اور ایک مسلم مملکت (وطن) کا حصول تو محض اس راہ کی پہلی منزل ہوگی یہ محض پہلا قدم ہے کیونکہ ایک حقیقی اسلامی ریاست کسی شعبدہ باز کے کرتب کی طرح آناً فاناً ریاستی وجود میں نہیں آجاتی۔ ایک ایسے ملک کو جس پر صدیوں تک اغیار نے ایسے اصول و قوانین کے مطابق حکمرانی کی، جو سراسر اسلامی روح کے منافی تھے اسے راتوں رات کسی شعبدہ بازی سے خلفائے راشدین کی مملکت جیسی ریاست میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں اس امر کو ہرگز طور پر فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اصل چیز عوام کی ایمانی اور اخلاقی و روحانی طاقت ہے جو انجام کار اور ہمیشہ ریاست کی روح اور مزاج کا تعین کرتی ہے، جب تک ہم، یعنی ہمارے عوام، اسلام کے تقاضوں پر پورا نہیں اتریں گے دنیا کا کوئی رہنما پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست نہیں بنا سکتا۔

---

5 علی، منور، پاکستان اور شریعت اسلام (علامہ اسد آسٹروی کے خیالات کا خلاصہ)، صدق لکھنو، 7 مئی 1947ء

6 Muhammad Assad, the principle of the State (Karachi Islamic Publications, PVT Ltd, 1961), page, 45

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

محمد اسد پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لیے اسلامی دستور کی تدوین کے علاوہ ملت کے دینی و اخلاقی احیاء نوجوان نسل کی صالح بنیادوں پر تعلیم و تربیت، اصلاح معاشرت و معیشت اور اسلامی قانون کی تدوین جدید کو بے حد ضروری خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان کی اسلامی تشکیل کا لائحہ عمل تجویز کیا جس کو اپنا کر ان کے خیال میں پاکستانی معاشرہ اور ریاست کو اسلام کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔[7]

اخلاق ملی کا احیاء اور اصلاح معاشرت:

1۔ اخلاق ملی کا احیاء اور اصلاح معاشرت: محمد اسد کے نزدیک ایک حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کی غرض سے افراد معاشرہ کے اخلاق و کردار اور طرز زندگی کو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ بنانا از حد ضروری ہے۔ اسد پاکستان کے تحفظ و استحکام کی غرض سے بھی اسلامی اخلاق ملی کے احیاء کو بے حد ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ چیز شہری اخلاقیات (civic morality) کے لیے بھی تقویت کا باعث بن سکتی ہے کیونکہ ایک اچھا مسلمان ہی اچھا پاکستانی بن سکتا ہے۔ اسد نے قیام پاکستان کے بعد مجلّہ عرفات از سر نو جاری کیا تو اس کے پہلے ہی شمارے میں ملت کی اخلاقی حالت کی اصلاح کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی اور معاشرے کے صالح اور مخلص افراد کو اس مقصد سے اپنا کردار ادا کرنے کی تحریک ان الفاظ میں کی:

The most perturbing aspect of our communel life is the utter deterioration of our morale from the Islamic and civic point of view. If Pakistan is to attain to its cherished goal and to become the cradle of a resourgent Islamic civilization, the active co- operation of all well-meaning Muslims must be secured in the Aervice of civic morale. Otherwise, even the best intentions of the Government cannot possibly bring about that change of outlook which is indispensable for our becoming an Islamic Millat in the true sense of the word.[8]

ہماری ملی زندگی کا سب سے زیادہ تشویش ناک پہلو وہ زبر دست زوال اور پستی ہے جو اسلامی اور شہریتی (civic) دونوں اعتبار سے ہمارے اندر پیدا ہو چکی ہے۔ لہٰذا اگر پاکستان کو اپنا محبوب نصب العین حاصل کرنا ہے اور ایک بار پھر سے حیات آفرین اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارا بننا ہے تو اخلاق ملی کی تعمیر اور تربیت کے لیے ہر اچھے نیک اور مخلص مسلمان کی خدمات سے استفادہ کرنا ضروری ہے ورنہ مسلمانوں کے اندر وہ مطمح نظر پیدا نہ ہو سکے گا کہ جس کے بغیر ناممکن ہے کہ ہم فی الواقعی ایک اسلامی ملت کے خطاب کے مستحق قرار پا سکیں۔

اسد کے نزدیک اخلاقی و معاشرتی اصلاح:

اسد کے نزدیک اخلاقی و معاشرتی اصلاح اور اسلامی تعلیمات اور اصول واقدار کو دل و جان سے عزیز رکھنے والے افراد کی تیاری کے بغیر محض شرعی قوانین خصوصاً حدود و تعزیرات کے نفاذ سے اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

اسد کے الفاظ میں:

An Islamic State should be the result of Islamic consciousness, not beginning. If anyone think that an Islamic State will automatically make everyone in it a good Muslim, he is greatly mistaken. But if a people become good Muslims, then an Islamic State will fall to them like a riple plum from a tree.[9]

قیام اسلامی ریاست کو شعوری ایمان (اذعان) کا ثمر و حاصل تصور کرنا چاہیے نہ کہ اس کا نقطہ آغاز اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اسلامی ریاست اپنے اندر بسنے والے ہر ہر فرد و بشر کو خود بخود ایک اچھا مسلمان بنا دے گی، تو وہ بہت بڑے مغالطے میں ہے البتہ اگر عوام اچھے، نیک اور صالح مسلمان بن جائیں گے تب ایک اسلامی ریاست پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں آگرے گی۔ اسد کے نزدیک افراد معاشرہ میں سچے اسلامی احساس و شعور کی بیداری اور ان کے اخلاق و کردار اور طرز فکر و عمل کو اسلامی رنگ میں رنگنے کا کام اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور دعوتی کاوشوں کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات و جرائد کے کردار کو بڑا مفید و معاون خیال کرتے ہیں۔ وہ مساجد کو خاص طور سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت و تبلیغ اور عوام کی اخلاقی و روحانی تربیت کے مراکز بنانا چاہتے ہیں۔ وہ سرکاری

7 محمد ارشد۔ اسلامی ریاست کی تشکیل جدید، 211/3

8 Muhammad Assad, the principle of the State (Karachi Islamic Publications, PVT Ltd, 1961), page, 10

9 Ibid,page,11

ذرائع ابلاغ خصوصاً ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے بھی اسلامی تعلیمات کی اشاعت کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اسد بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ ان اقدامات سے ملت کو اخلاقی پستی کے عمیق گڑھے سے باہر نکالا جاسکتا ہے اور اس کے افراد کے دل و دماغ میں حق وراستی اور پاکیزگی کے بیج بوئے جاسکتے ہیں۔

اسد اصلاح اخلاق و معاشرت کے سلسلے میں:

اسد اصلاح اخلاق و معاشرت کے سلسلے میں بعض اخلاقی و اجتماعی مفاسد مثلاً شراب نوشی، قمار بازی اور محبتہ گری وغیرہ کا ریاستی قوت وطاقت سے انسداد چاہتے ہیں۔ وہ شراب نوشی کو قطعاً ممنوع اور عصمت فروشی کی ہر شکل کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب تک ان اجتماعی مفاسد کا قلع قمع نہیں ہو جاتا ہمارا معاشرہ کسی طور سے بھی اسلامی و اخلاقی نہیں قرار پاسکتا۔[10]

2۔ نظام تعلیم کی اصلاح و تشکیل نو:

نظام تعلیم کی اصلاح و تشکیل نو اگرچہ اسد مسلمان ملت کو بحیثیت مجموعی اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح سے روشناس کرانا ضروری سمجھتے ہیں، تاہم وہ نوجوان نسل کی اسلامی تعلیم و تربیت کو بہت زیادہ اہم خیال کرتے ہیں۔ اس غرض سے وہ نظام تعلیم کی تشکیل نو، اور نصابات کو اسلامی نظریہ حیات سے ہم آہنگ کرنے اور ان میں اسلامی روح سمونے جیسے بنیادی اقدامات تجویز کرتے ہیں۔ انھوں نے اسکولوں اور کالجوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم نوجوان نسل کی اسلامی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جو اقدامات تجویز کیے وہ اس طرح سے ہیں:

الف: تمام اسکولوں اور کالجوں میں عربی زبان کی تدریس اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔ اسد نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بننا ہے تو مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر عربی زبان کی تعلیم و تدریس اور اشاعت مطلقاً نا گزیر ہے۔[11]

اسی لیے اسد نے مجلّہ عرفات کے شمارہ مئی ۱۹۴۷ء میں عربی زبان کی تدریس سے متعلق تجویز پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر ہماری موجودہ سیاسی جدوجہد کا مطمح نظر اور نصب العین ایک اسلامی ریاست کا قیام ہے تب یہ امر انتہائی ضروری و اہم ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعلیم یافتہ افراد اسلامی تعلیمات سے واقفیت پیدا کریں۔ وہ قرآن اور احادیث رسول کے متن کو سمجھنے کی قابلیت و استعداد پیدا کریں۔ اس غرض سے ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو عربی زبان میں قابلیت حاصل ہونی چاہیے۔ جب تک یہ تقاضا پورا نہیں کیا جاتا ہم اسلامی طرز معاشرت کے قیام میں کامیاب نہ ہو سکیں گے نہ ملت کے تعلیم یافتہ افراد ان نظریاتی و فکری مسائل پر سوچ بچار اور بحث و گفتگو کے قابل ہو سکیں گے کہ جن کا گہرا تعلق معاشرت اور معیشت و سیاست سے ہے۔ چنانچہ انھیں چار و ناچار اسلام کے خود ساختہ شارحین کی تعبیرات و تشریحات پر انحصار کرنا پڑے گا، یا پھر انھیں اسلام کے بجائے کوئی اور راستہ سیکولرازم وغیرہ اختیار کرنا پڑے گا۔[12]

عربی زبان کی تدریس محمد اسد کے نزدیک اس قدر اہم ہے کہ وہ اس کام کو قیام پاکستان تک مؤخر کرنے اور التوا میں ڈالنے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے سیاسی قیادت کو مشورہ دیا تھا کہ متحدہ ہندستان کے جن صوبوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں کی قانون ساز مجالس ایک قانونی بل کو منظور کرکے ان صوبوں کے ہائی اسکولوں، کالجوں اور ایسے تعلیمی اداروں میں جو حکومت سے مالی امداد (گرانٹس) وصول کر رہے تھے عربی زبان کو ایک لازمی مضمون بنادیں۔ انھوں نے آغاز میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے ماہر اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے عرب ممالک سے اساتذہ کی خدمات حاصل کرنے اور ملک میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے اساتذہ کی تعلیم و تربیت کی غرض سے تربیتی اداروں کے قیام کی بھی تجویز پیش کی۔ ان کے خیال میں اس اقدام کی بدولت چند برسوں کے اندر اندر کثیر تعداد میں عربی زبان میں اعلیٰ استعداد اور مہارت کے حامل اساتذہ تیار کیے جاسکتے ہیں۔

ب: اسد پاکستان کے اسکولوں اور کالجوں میں اعلیٰ پیمانے پر اسلامیات کی تدریس چاہتے ہیں۔ ان کی رائے میں مسلمان طالب علموں کے لیے اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ اسلامیات کی تعلیم میں قرآن و حدیث کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گی۔ اعلیٰ جماعتوں میں اصول تفسیر و کتب تفسیر کا مطالعہ بھی ضروری ہوگا۔ اسلامیات کی تدریس کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ طلبہ قرآن حکیم اور سنت رسول کا فہم حاصل کر سکیں اور پھر نصاب کے آخری مرحلے تک پہنچتے پہنچتے اس امر کو بھی جان لیں کہ مختلف فقہی مذاہب کا قرآن و سنت سے احکام کے اخذ و استنباط کا اسلوب اور طریق کار کیا ہے؟ وہ اسلامیات کے

10 یاسر جواد، تشکیل پاکستان کا اسلامی کردار اور علامہ اسد کے سیاسی افکار، ناشر: لاہور، میٹرو پرنٹر، 2016ء، ص 45

11 ایضاً، ص 51

12 ارشد، محمد، محمد اسد بطور ترجمان و شارح حدیث، ص 25

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

نصاب میں اسلام کے ابتدائی عہد کی تاریخ کے مفصل و تنقیدی مطالعہ کو شامل کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ مزید برآں وہ عام فلسفہ کے علاوہ اسلامی فلسفہ وکلام کے مطالعے کو بھی نصاب کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔[13]

وہ اسلامیات کے نصاب کے آخری مرحلوں اور درجوں میں بحیثیت مجموعی اسلام کی اسکیم کا معاشیات اور عمرانی علوم کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے عصری مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے تجزیاتی مطالعہ بھی تجویز کرتے ہیں۔ اسد کی اس تعلیمی اسکیم کے مطابق اسلامیات کے نصاب کی آخری منزلوں میں اس امر کا التزام رکھا جائے گا کہ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے اس پر موجودہ زمانے کے ان مسائل کا لحاظ رکھتے ہوئے جن کا تعلق معاشیات اور علوم اجتماعیہ سے ہے ان پر گہری اور وسعت سے نظر ڈالی جائے۔ گویا کہ اسد کے نزدیک اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلیمی مقاصد کا از سر نو تعین کرتے ہوئے عربی اور اسلامیات کی تعلیم وتدریس کو تعلیمی نصابات کا ایک انتہائی موثر جزو بنا دیں۔

ج: جدید اسلامی دارالعلوم علوم اسلامیہ کی تعلیم وتدریس کے سلسلے میں محمد اسد ایک جدید اسلامی دارالعلوم کا قیام بھی تجویز کرتے ہیں۔ اس تجویز کا باعث موجودہ روایتی دینی نظام تعلیم (دینی مدارس و جامعات کا تعلیمی نظام و طریق کار) سے ان کی بے اطمینانی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی سوچی سمجھی رائے یہی ہے کہ دینی تعلیم کا روایتی نظام، عہد حاضر کی ضروریات اور تقاضوں سے میل نہیں کھاتا۔ دورِ حاضر میں ملت کو اپنی عملی و اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے اور نت نئے فکری و نظریاتی مسائل، جن میں سے بہت سے جدید عمرانی علوم کی پیداوار ہیں ان کے حل میں جو رہنمائی درکار ہے وہ دینی تعلیم کا موجودہ نظام بہم پہنچانے سے قاصر ہے۔ اسد اسی نقطہ نگاہ کے سبب سے دار الاسلام، پٹھان کوٹ کے اسلامی تعلیم کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تعاون واشتراک عمل پر آمادہ ہوئے تھے اور اس غرض سے انھوں نے علامہ محمد اقبال اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ مل کر عملی کوششیں بھی کی تھیں۔[14]

محمد اسد پاکستان کے قیام کے ساتھ:

محمد اسد پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ایک اعلیٰ پائے کے جدید اسلامی دارالعلوم کے قیام کو ایک ناگزیر ضرورت سمجھتے تھے۔ اس کا تخیل انھوں نے ان الفاظ میں پیش کیا:

If Pakistan is to become a cuttural centre of the modern word of Islam - as she - we deserves to become by virtue of her great resources and her political position must posses in this country a central Dar-al-Ulum which would train outstanding Ulama for all purposes of the community... This academy should not only try to follow the example of the famous Al-Azher University of Egypt but also, if possible, introduce fresh elements to bring it into greater accord with the present requirements of life. To this end, the students shall receive thorough trainging in Qur'an, hadith, fiqh (of various schools of thought) and in the allied subjects, including old and modern Arabic literature; in addition to this, they should acquire that measure of general knowledge and awareness of contemporary developments, social and economic, which enable - as the real leaders of the them to act - like the Ulama of the early period of Islam community.[15]

اگر پاکستان کو جدید دنیائے اسلام کا ثقافتی مرکز بننا ہے، جیسا کہ اپنے زبردست وسائل اور سیاسی حیثیت کے اعتبار سے اس کا حق ہے تو ہمیں اس ملک میں ایک مرکزی دارالعلوم قائم کرنا پڑے گا۔ جہاں ہماری علمی ضروریات کے لیے بڑے بڑے مقتدر علما پیدا ہوں۔ اس ادارے کو مصر کی مشہور و معروف درس گاہ جامعہ الازہر کے نقش قدم ہی پر نہیں چلایا جائے گا بلکہ ممکن ہوا تو اس کے نصابات میں عہد جدید کے وہ عناصر تعلیم بھی داخل کر دیے جائیں گے جو اس زمانہ کے مقتضیات کو پورا کر سکیں۔ لہٰذا اس دارالعلوم کے طلبہ کو قرآن، حدیث، فقہ اور علوم متعلقہ جس میں قدیم و جدید عربی کا مطالعہ بھی شامل ہے کے علاوہ موجودہ زمانے کے معاشی اور اجتماعی علوم میں ہونے والی پیش رفت سے بھی اس حد تک باخبر رکھا جائے گا کہ وہ علمائے متقدمین کی طرح ملت کے حقیقی معنوں میں رہنما و پیشوا بن سکیں۔

---

13 ارشد، محمد، محمد اسد بطور ترجمان وشارح حدیث، ص،30

14 محمد اسد، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، (مترجم، محمد شبیر قمر)، ناشر: کراچی، فضلی بک سپر مارکیٹ اردو بازار، 2016ء ص،29

15 Muhammad Assad, the principle of the State (Karachi Islamic Publications, PVT Ltd, 1961), page, 87

اسد مجوزہ اسلامی دار العلوم کا سربراہ جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل کسی ایسے مصری عالم کو مقرر کرنا چاہتے تھے، جو وسیع النظر ہونے کے ساتھ ساتھ عصر جدید میں ملت اسلامیہ کو درپیش سیاسی و قانونی، معاشی اور تہذیبی و معاشرتی مسائل سے واقفیت ہی نہیں بلکہ ان کا گہرا ادراک و شعور رکھتا ہو۔ اسد کے خیال میں اس طرح کی اہلیت رکھنے والے کسی فرد کا ہمارے روایتی علما کے طبقے سے میسر آنا محال تھا۔

جدید اسلامی دار العلوم کے قیام میں کردار:

محمد اسد نے جدید اسلامی دار العلوم کے قیام سے متعلق اپنے تخیل کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے جنوری ۱۹۴۸ء کو پاکستان کی حکومت پنجاب کو علما اور علوم شرقیہ کے ماہرین پر مشتمل ایک منصوبہ ساز کمیٹی (پلاننگ کمیٹی)، جس کا مقصد دار العلوم سے متعلق تفصیلی تجاویز مرتب کرنا اور عملی اقدامات تجویز کرنا ہو اس کے قیام کی تجویز پیش کی جسے حکومت نے منظور کر لیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نواب افتخار حسین ممدوٹ (31 اگست ۱۹۰۶ء- 16 اکتوبر ۱۹۶۹ء) نے محمد اسد کو اس مجلس کا کنوینر مقرر کیا۔ اسد کو اس طرح کے کسی تعلیمی منصوبے کے بارے میں خصوصاً جو حکومتی سطح پر قائم کیا جا رہا تھا روایتی مذہبی طبقے کی طرف سے مخالفت و مزاحمت کا بھی خدشہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے روایتی مذہبی طبقے کی طرف سے کسی مخالفت و مزاحمت سے بچنے کے لیے منصوبہ ساز کمیٹی کی سربراہی علامہ شبیر احمد عثمانی (11 اکتوبر ۱۸۸۷ - ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء) کو پیش کی جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ پھر دُور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسد نے بطور احتیاط مختلف مذہبی مکاتب فکر کے علما کو بھی اس مجلس میں شامل کیا جب کہ جدید الخیال علما کو اس مجلس میں غالب حیثیت دینے سے گریز کیا۔[16]

جدید اسلامی دار العلوم سے متعلق روایتی طبقہ علما کی طرف سے مخالفت کے بارے میں اسد کے خدشات بالکل درست ثابت ہوئے۔ اسد نے اسلامی دستور کا خاکہ پیش کرتے ہوئے قدیم فقہ کو ملکی قانون بنانے کے بجائے قرآن وسنت کے نصوص پر نئے سرے سے غور و فکر کر کے اجتہاد کو بروئے کار لا کر اسلامی قانون کی تدوین جدید کی ضرورت پر زور دیا تو بعض مذہبی حلقوں کی طرف سے ان کے اس نقطہ نظر کی سخت مخالفت کی گئی۔ ان کے دستوری خاکے کو غیر اسلامی قرار دیا گیا اور ان پر حنفیت کو جڑ سے اکھاڑنے اور الحاد و زندقہ پھیلانے کا الزام عائد کرتے ہوئے حکومت سے ان کے مجلّہ عرفات کی اشاعت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں جمعیت علمائے پاکستان (بریلوی مکتب فکر کے علما و مشائخ کی جماعت) بطور خاص قابل ذکر ہے۔ اس جماعت کے سربراہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کی قیادت میں علما و مشائخ کے ایک وفد نے جنوری ۱۹۴۹ء میں افتخار حسین ممدوٹ وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کی اور محمد اسد کے دستوری خاکے کو خلاف اسلام قرار دے کر اور مجلّہ عرفات کی اشاعت پر پابندی کا مطالبہ کیا۔[17]

محمد اسد کی اس تعلیمی اسکیم سے یہ امر بھی نکھر کر سامنے آتا ہے کہ وہ جامعہ الازہر کے تعلیمی ماڈل کو بھی عصر جدید کی ضروریات کے لیے ناکافی خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ جامعہ الازہر کے تعلیمی ماڈل میں نئے تعلیمی اجزا کی آمیزش سے ایک نیا تعلیمی ماڈل ترتیب دینا چاہتے ہیں۔ وہ جدید دور میں ملت کی ذہنی و فکری رہنمائی کے لیے مطلوبہ اہلیت و استعداد کے حامل علما کی تیاری کے لیے ایک ایسی تعلیمی و تربیتی درس گاہ کا قیام چاہتے ہیں جس کے نصابات میں قرآن و حدیث، فقہ اور عربی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ جدید عمرانی علوم کی تعلیم و تدریس بھی شامل ہو۔[18]

محمد اسد نے اسکولوں، کالجوں میں تدریس اسلامیات اور اسلامی دار العلوم کے قیام اور اس کے نصابات سے متعلق جو تجاویز پیش کیں وہ علامہ محمد اقبال کی ان تجاویز سے گہری مماثلت رکھتی ہیں جو انھوں نے ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں اسلامیات کی تدریس اور نصاب کی تدوین کے بارے میں پیش کی تھیں۔ علامہ محمد اقبال نے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے سیکرٹری صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے نام ایک خط میں دور حاضر کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اعلیٰ پائے کے علما کی تیاری کی غرض سے علوم اسلامیہ کی تدریس و تعلیم کے لیے قدیم روایتی مدارس کے منہج پر کسی ادارے کے قیام کو نامناسب قرار دیا۔ انھوں نے ایک ایسے نئے طرز کے ادارے کے قیام کی تجویز پیش کی تھی، جس کے نصابات میں جدید سائنس اور فلسفہ کے علاوہ اقتصادیات اور عمرانیات کو بھی جگہ دی جائے۔ انھوں نے دار العلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تعلیمی نظام کے بہترین اجزا کے ساتھ جدید تعلیمی اجزا شامل کر کے اسلامیات کی تعلیم و تدریس کا ایک نیا نظام مرتب کرنے کا مشورہ دیا تھا۔[19]

---

16 مولانا محمد حنیف ندوی، مقدمہ، مشمولہ مولانا ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، بیروت، مطبوعہ دار العلم للملامین، 1956ء، 12/3

17 محمد ارشد، اسلامی ریاست کی تشکیل جدید، اسلام آباد، فکر نظر، 2006ء، 101/3

18 ایضاً، ص، 105

19 ایضاً، ص، 106

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

محمد اسد اور پاکستان

محمد اسد کا دیگر مسلم ممالک کی طرح پاکستان سے انتہائی گہرا اور قریبی تعلق تھا اور وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے سفیر بھی رہے۔ محمد اسد پاکستان اور تحریک پاکستان کے اصل مقاصد اور اہداف کا بڑا واضح ادراک رکھتے تھے اور آج کی پاکستانی قیادت کے لیے اسد کی تحریروں میں بڑا سبق اور پاکستانی قوم کے لیے عبرت کا پیغام ہے۔ محمد اسد نے فروری 1947ء میں اپنے پرچے "عرفات" میں تصور پاکستان کو اس طرح بیان کیا اور ماضی میں ابھرنے والی کئی اصلاحی تحریکوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ : تحریک پاکستان اس طرح کی تمام صوفیانہ تحریکوں سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ یہ کسی روحانی رہنما پر لوگوں کے اعتقاد سے جذبہ و توانائی حاصل نہیں کرتی، بلکہ اس کا یہ ادراک، جو بیشتر معاملات میں ہدایت دیتا ہے اور علمی حلقوں میں صاف صاف سمجھا جاتا ہے کہ اسلام (پورے نظام زندگی کی تعمیر نو کی) ایک معقول تدبیر ہے اور اس کی سماجی و اقتصادی اسکیم انسانیت کو درپیش تمام مسائل کا حل فراہم کر سکتی ہے اور اس کا واضح تقاضا یہ ہے کہ اس کے اصولوں کی پیروی کی جائے۔ نظریہ پاکستان کا یہ علمی پہلو اس کا سب سے اہم پہلو ہے۔ اس کی تاریخ کا ہم کھلی آنکھوں سے مطالعہ کریں تو ہم یہ پائیں گے کہ اپنے اولین دور میں اسلام کی فتح کی وجہ انسان کی فہم و دانش اور عقل عام سے اپیل ہے۔ تحریک پاکستان جس کی نظیر جدید مسلم تاریخ میں موجود نہیں ہے ایک نئے اسلامی ارتقا کا نقطۂ آغاز ہو سکتی ہے اگر مسلمان یہ محسوس کریں اور جب پاکستان حاصل ہو جائے تب بھی محسوس کرتے رہیں کہ اس تحریک کا حقیقی تاریخی جواز اس بات میں نہیں ہے کہ ہم اس ملک کے دوسرے باشندوں سے لباس، گفتگو یا سلام کرنے کے طریقے میں مختلف ہیں یا دوسری آبادیوں سے جو ہماری شکایات ہیں اس میں یا ان لوگوں کے لیے جو محض عادتاً خود کو مسلمان کہتے ہیں زیادہ معاشی مواقع اور ترقی کے امکانات حاصل کریں بلکہ ایک سچا اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام کے احکامات کو عملی زندگی میں نافذ کرنا ہے۔[20]

ہم پاکستان کے ذریعے اسلام کو صرف اپنی زندگیوں میں ایک حقیقت بنانا چاہتے ہیں:

اسی رسالے میں آگے لکھتے ہیں کہ ہم پاکستان کے ذریعے اسلام کو صرف اپنی زندگیوں میں ایک حقیقت بنانا چاہتے ہیں۔ ہم اس لیے پاکستان چاہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک اس قابل ہو کہ لفظ کے وسیع تر مفہوم میں ایک پکی اسلامی زندگی بسر کر سکے۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کے رسول کی بتائی ہوئی اسکیم کے مطابق زندگی گزار سکے جب تک پورا معاشرہ شعوری طور پر اس کے مطابق نہ ہو اور اسلام کے قانون کو ملک کا قانون نہ بنائے۔[21]

آخری پیرے میں انہوں نے پوری تحریک پاکستان کا جوہر اور ہدف بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مسلمان عوام وجدانی طور پر پاکستان کی اسلامی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں اور واقعی ایسے حالات کی خواہش رکھتے ہیں جن میں معاشرے کے ارتقا کا نقطۂ آغاز "لا الہ الا اللہ" ہو"۔[22]

محمد اسد نے ایک حقیقی اسلامی ریاست کے قیام سے متعلق:

محمد اسد نے ایک حقیقی اسلامی ریاست کے قیام سے متعلق اپنے اس نقطہ نظر کے باعث برِ عظیم پاک و ہند میں ایک آزاد و خود مختار مسلم مملکت (پاکستان) کے قیام کی پُر زور تائید و حمایت کی۔ وہ اس خطے میں مسلم نظریہ ملت کی اساس پر ایک مسلم مملکت (پاکستان) کے قیام کو صرف اسلامیانِ ہند کے اسلامی تشخص کے تحفظ و بقا ہی کے لیے نہیں بلکہ جدید دنیائے اسلام میں اسلام کے احیاء کے لئے بھی از حد ضروری خیال کرتے تھے۔ محمد اسد کی نگاہ میں تحریک پاکستان ایک خالصتاً نظریاتی تحریک تھی جس کا مطمحِ نظر محض اسلامیان برِ عظیم کے سیاسی و معاشی حقوق و مفادات کا تحفظ اور ان کے لیے دنیا کی دیگر معاصر مسلم اقوام کی طرح محض ایک قومی وطن کا حصول نہ تھا بلکہ اس کی غایت ایک ایسے آزاد اور خود مختار خطہ ارض کا حصول تھا کہ جہاں معاشرہ و ریاست کی تنظیم و تشکیل میں اسلامی نظریۂ حیات کی فرمانروائی قائم ہو۔[23]

محمد اسد کی رائے میں علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کا تصور:

---

20 محمد اسد، چیف اڈیٹر، ماہنامہ عرفات، فروری، 1947ء، ص، 863

21 ایضاً، ص، فروری، ص، 885

22 ماہنامہ عرفات، چیف اڈیٹر محمد اسد، ص، 922، فروری، 1947ء

23 محمد اسد، "What Do We Mean by Pakistan?"، مشمولہ Arafat، ا: 8 (مئی 1937ء)، ص 231-254

Calling all Muslims (لاہور، 1947ء)، بمواقع عدیدہ؛ وہی مصنف، "Enforcement of Shari'ah in Pakistan"، مشمولہ اقبال (لاہور)، 3:45 (جولائی 1998ء)، حصہ انگریزی، ص 14-22 وہی، مصنف، "Construction or Deconstruction?"، مشمولہ Arafat (ڈلہوزی)، 2:1 (1947ء)، ص 163-164،۱۶۶، 177-180۔

محمد اسد کی رائے میں علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کا تصور پاکستان بھی ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہی کا تھا اور وہ پاکستان میں مغربی طرز کی سیکولر قومی ریاست نہیں بلکہ ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہی کا قیام چاہتے تھے۔[24]

محمد اسد کو پاکستان کی صورت میں ایک حقیقی اسلامی ریاست:

محمد اسد کو پاکستان کی صورت میں ایک حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کے امکانات دکھائی دیے۔ چنانچہ انہوں نے قیام پاکستان بلکہ تقسیم ہند کے منصوبے کے اعلان (۳ جون ۱۹۴۷ء) کے ساتھ ہی اس ملک کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست بنانے کا مقدمہ بڑی قوت و طاقت سے پیش کیا اور سیکولر قومی ریاست کے تصوّر کی شد و مد سے مخالفت کی۔ انہوں نے اس تصور کو اجاگر کیا کہ سیکولر قومی ریاست کا تصور اسلامی نظریۂ حیات اور امت کے ملی و اجتماعی مصالح و مقاصد سے یکسر متصادم ہے اور پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کا مطلب اس مملکت کی بنیادوں کو ڈھا دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ پاکستان کا قیام ایک نظریے کی مرہونِ منت ہے اور اس کا تحفظ اور بقاء و استحکام بھی صرف اور صرف اسلامی نظریۂ حیات سے غیر متزلزل وابستگی پر منحصر ہے۔ معاشرہ و ریاست کی تعمیر و تشکیل کے باب میں اسلام سے انحراف اس مملکت کو لامحالہ طور پر افتراق و انتشار سے دوچار کر دے گا۔[25] محمد اسد نے قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس ملک کو اسلامی ریاست بنانے کی غرض سے اسلامی دستور کا ۷ دستہ ایک خاکہ مُرتب کر کے پیش کیا اور ملی و اجتماعی زندگی کے مختلف شعبوں خصوصاً قانون، معیشت اور نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل کے علاوہ اصلاح معاشرت کا لائحہ عمل بھی تجویز کیا۔[26]

اسد کی رائے میں پاکستان:

اسد کی رائے میں پاکستان کی اسلامی تشکیل بالالفاظ دیگر اس کو ایک حقیقی اسلامی ریاست بنانے میں چند اہم اور بنیادی موانع: مغربی تعلیم اور اس کے فاسد نتائج و ثمرات، روایتی قدامت پسند مذہبیت، اسلامی قانون کا جدید طرز پر مرتب و مدون حالت میں نہ ہونا اور عامتہ الناس کی اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بے خبری وغیرہ حائل ہیں، جن کا ازالہ کیے بغیر اس نصب العین کے حصول کی طرف ٹھوس پیش رفت ممکن نہیں۔ محمد اسد نظام تعلیم کی اصلاح اور قانون اسلامی کی تدوین جدید کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک معاشرہ کی اسلامی تشکیل کی غرض سے نوجوان نسل کی اسلامی و دینی تربیت از حد ضروری ہے۔ وہ اس غرض سے اسکولوں اور کالجوں میں عربی زبان اور اسلامیات کی مؤثر تعلیم و تدریس کو از حد ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ عربی و اسلامیات کو تعلیمی نصابات کا مؤثر جزو بنانا چاہتے ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر اسلامیات کی تعلیم و تدریس کا انتظام چاہتے ہیں۔ خصوصاً قانونِ اسلامی کی تدوین جدید جیسے اہم کام اور زندگی کے مختلف شعبوں میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں اجتہاد کی صلاحیت سے بہرہ ور علماء کی تیاری کے لیے ایک جدید اسلامی دارالعلوم کے قیام کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں جامعہ ازھر (القاہرہ) سے تعلیمی ماڈل میں جدید تعلیمی اجزاء شامل کر کے ایک نیا تعلیمی ماڈل تشکیل دینا چاہتے ہیں۔[27]

محمد اسد سماجی و معاشی عدل کے قیام کے لیے:

محمد اسد سماجی و معاشی عدل کے قیام کے لیے نظام معیشت کو بھی صالح بنیادوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سرمایہ دارانہ و جاگیر دارانہ نظام معیشت کو اسلام کے تصور عدل اجتماعی کے منافی و متصادم خیال کرتے ہیں۔ وہ عدل اجتماعی کے قیام کی غرض سے حقوق نجی ملکیت کی مؤثر تحدید چاہتے ہیں۔ گو یا نجی ملکیت کے حق کو پوری طرح سے تسلیم کرتے ہیں تاہم ان کی نظر میں اسے اجتماعی مفاد کے تابع رہنا چاہیے۔ اسد معاشی ظلم و استحصال کے جملہ مظاہر اور ان کے عوامل محرکات خصوصاً ربا، جوا وسٹہ بازی، اجارہ داریوں اور ذخیرہ اندوزی کا قلع قمع چاہتے ہیں۔ وہ محنت اور سرمایہ میں توازن کی غرض سے

---

24 محمد اسد، Calling all Muslims مشمولہ Arafat (لاہور)، 1:1 (1948ء)، ص98؛ "Islamic Reconstruction"، ص1386-14۔

25 محمد اسد، "Enforcement of Shari'ah in Pakistan"، ص15

26 محمد اسد، "Towards an Islamic Constitution"، مشمولہ Arafat (ڈلہوزی)، 9:1 (جولائی 1947ء)، ص266-272؛ Islamic "Constitution-Making"، مشمولہ Arafat (لاہور)، 1:1 (1948ء)، ص6-62؛ "Enforcement of Shari'ah in Pakistan"، مشمولہ اقبال (لاہور)، 45:3 (جولائی 1998ء)، حصہ انگریزی، ج1، ص22

27 محمد اسد "Islamic Reconstruction"، ص 10-11، "Enforcement of Shari'ah in Pakistan"، ص10-12 وہی مصنف، "Notes and Comments"، مشمولہ Arafat (ڈلہوزی)، 8:1 (مئی 1947ء)، ص225 - 227

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

مزدوروں کو سرمایہ پر حاصل منافع میں شریک بنانا چاہتے ہیں۔ غرضیکہ محمد اسد کے نظریۂ اسلامی ریاست میں معاشی و اجتماعی عدل کے قیام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ نفاذ شریعت کے عمل کا آغاز حدود و تعزیرات کے نفاذ و اجراء کے بجائے عدل اجتماعی کے قیام اور شہریوں کو معاشی و سماجی تحفظ کی فراہمی کے عمل سے کرنا تجویز کرتے ہیں۔ ان کی رائے میں عوام کو ظلم و استحصال سے تحفظ اور بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی معاشی کفالت کے لیے مناسب اقدامات کے بغیر محض حدود و تعزیرات کے نفاذ و اجراء اور دیگر سطحی اقدامات سے کوئی مملکت حقیقی اسلامی ریاست قرار نہیں پاسکتی۔[28]

مملکت کی اسلامی تشکیل کے لیے محمد اسد کی تجویز:

مملکت کی اسلامی تشکیل کے لیے محمد اسد کے تجویز کردہ لائحہ عمل میں دعوت و تبلیغ اور اصلاح اخلاق و معاشرت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وہ عوام کی دینی و اخلاقی تربیت کے لیے مساجد کو مراکز بنانا چاہتے ہیں جبکہ ذرائع ابلاغ کو بھی عوام میں اسلامی شعور کی بیداری اور اصلاح معاشرت کا ایک موثر ذریعہ بنانے کا تصور پیش کرتے ہیں۔ وہ سماجی و اخلاقی منکرات و فواحش کے انسداد کے لیے ریاستی قوت و طاقت کے استعمال کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔[29]

محمد اسد کسی مملکت کے دستور میں:

محمد اسد کسی مملکت کے دستور میں صرف اس نوع کی شق کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہے نیز ایک وزارت مذہبی امور و اوقاف کے قیام اور اس نوع کے دیگر اقدامات کو ایک حقیقی اسلامی کے قیام کے لیے ہرگز طور پر کافی خیال نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ریاستی اداروں کی تنظیم و تشکیل، نظام حکمرانی اور کاروبار حکومت کے طور طریقوں کے علاوہ اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کو شریعت کی حکمرانی کے تابع رکھنا چاہتے ہیں۔[30]

بالالفاظ دیگر وہ اجتماعی زندگی کے تمام دائروں پر شریعت کی حکمرانی کے قیام کے حامی و داعی ہیں۔ پاکستان کی اسلامی تشکیل سے متعلق محمد اسد کے تجویز کردہ لائحہ عمل کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفاذ شریعت کا ایک بڑا واضح تصور اپنے ذہن میں رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ملک و معاشرہ کی اسلامی تشکیل اور نفاذ شریعت کا مطلب انفرادی و اجتماعی زندگی کے جملہ شعبوں کو شریعت کی فرمانروائی کے تابع رکھنا ہے۔

محمد اسد نے پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا جو خاکہ تجویز کیا:

محمد اسد نے پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا جو خاکہ تجویز کیا ہے اور اپنی دیگر مختلف تحریروں میں بالخصوص اسلام میں مملکت وحکومت کے بنیادی اصول (The Principles of State and Government in Islam) اور ترجمہ و تفسیر قرآن (The Message of the Quran) میں اسلام کی سیاسی تعلیمات اور اُس کے دستوری قانون کی جو توضیح و تشریح کی ہے، ان میں انہوں نے ایک جدید اسلامی جمہوری وفلاحی ریاست کا ماڈل پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ ایک ایسی ریاست جو ایک طرف اسلام کے سیاسی اصول و احکام پر استوار ہو اور ساتھ ہی عصر جدید کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو۔ محمد اسد نے اس سلسلہ گفتگو میں اسلامی ریاست کے تصور سے متعلق تمام اہم اور بنیادی علمی و دستوری مسائل کا احاطہ کیا ہے۔ انہوں نے بطور خاص اسلامی ریاست کی تعریف اس کے شرائط اور متضمنات (یعنی کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے کم از کم شرائط و مطالبات کیا ہیں)، اسلامی ریاست کا مقصد وجود نوعیت و ماہیت اور اس کی بنیادی ولازمی خصوصیات جو اسے دیگر ریاستوں سے ممتاز و ممیّز کرتی ہوں کی وضاحت کے علاوہ اعضائے ریاست عاملہ مقنّنہ اور عدلیہ کی تشکیل و تنظیم اور ان کے دائرہ ہائے اختیارات اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق وفرائض اور قانون سازی و اجتہاد جیسے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عصر حاضر میں ریاستی اداروں کو کس طرح سے اسلام کے سانچوں میں ڈھالا جاسکتا ہے اور عملاً ایک اسلامی ریاست کسی نقشے پر بن سکتی ہے۔

---

28 ملاحظہ ہو: محمد اسد کا انٹرویو، "Asad Interviewed"، مشمولہ The Islamic World Review: Arabia، 15 (1986ء)، ص 54؛ The Principles of State ص 87-91، 88-93؛ Islam and Politics، ص 54؛ وہی، The Message of the Qur'an، ص 149- 150، خصوصاً حاشیہ، ۴۸؛ مشتاق پارکر، Muhammad Asad: "Interview" South: The Global Business Magazine (اگست 1997ء)، ص 28

29 محمد اسد، "Islamic Reconstruction"، ص 8-9؛ Calling all Muslims ص 94 - ، 97-102-103، 107-108؛ محمد اسد بنام مولانا غلام رسول مہر، محررہ 20 ستمبر 1948ء، از لاہور

30 محمد اسد، The Principles of State، دیباچہ، و 3-4، The Road to Macca، ص 1-5، 190، 301، 228-302

محمد اسد کے نزدیک حقیقی اسلامی ریاست:

محمد اسد کے نزدیک حقیقی اسلامی ریاست صرف اور صرف عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں قائم رہی۔ نبوی ریاست تو معیاری و مثالی اسلامی ریاست تھی۔ خلافتِ راشدہ بھی حقیقی اسلامی ریاست تھی کہ اس ریاست میں قرآن وسنت کے احکام کا ٹھیک طور پر ظہور ہوا۔ محمد اسد کی رائے میں خلافتِ راشدہ میں نظم ونسق مملکت (Statecraft) کا خوب نشو ونما ہوا۔ خصوصاً حضرت عمر نے معاصر مملکتوں کے بعض انتظامی وملکی تجربات سے اخذ و اکتساب کرتے ہوئے مملکتِ اسلامیہ میں اداراتی تشکیلات کے عظیم الشان تجربے کا آغاز کیا۔ انہوں نے متعدد نئے ادارے قائم کیے۔ مزید برآں انہوں نے فلاحی مملکت قائم کر دی۔ تاہم یہ نظم ونسق مملکت کے نشو وارتقاء کا صرف ایک شاندار آغاز تھا۔[31]

محمد اسد کی رائے میں خلافت راشدہ:

محمد اسد کی رائے میں خلافت راشدہ کے اختتام کے ساتھ ہی حقیقی اسلامی ریاست قائم نہ رہی بلکہ اس کی ماہیت میں بہت عمیق، جوہری اور دور رس تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ شورائی وانتخابی نظام حکومت کی جگہ ملوکیت واستبداد نے لے لی جو اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کے نظریہ اجتماع وسیاست سے قطعی طور پر منافی ہے۔ عہدِ ملوکیت میں ریاست بعض مخصوص طبقات کے مفادات کی محافظ بن کر رہ گئی۔ خلافت راشدہ کے بعد قائم ہونے والی خلافتوں، امارتوں اور سلطنتوں کا نظام حکمرانی اسلام کے نظریۂ سیاست سے شدید انحراف کا آئینہ دار تھا، ریاست کے قیام کے ساتھ جو دینی مقاصد اور امت کے جو مصالح ومفادات وابستہ ہیں وہ ان کے حکمرانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔[32]

سیکولر قومی ریاستیں:

محمد اسد کی رائے میں جدید دور میں (بیسویں صدی میں) مسلم دنیا میں مغرب کے نظام سیاست وحکومت کی تقلید میں جو سیکولر قومی ریاستیں (خصوصا ترکی وایران وغیرہ) قائم ہوئیں اور وہاں پر جو جدید اصلاحات رائج ہوئیں انہوں نے ان ممالک میں احیائے اسلام کے امکانات پر کاری ضرب لگائی۔[33]

محمد اسد کے نزدیک صرف صدیوں سے مسلم ممالک میں جاری نظام ملوکیت و مطلق العنانیت ہی نہیں بلکہ جدید دور کی سیکولر مسلم قومی ریاستیں بھی اسلامی مقاصد اور مسلمانوں کے اجتماعی نصب العین سے ہر گز میں نہیں کھاتیں۔ دریں صورت وہ حقیقی اسلامی ریاست کا احیاء اور اس کی تشکیل جدید چاہتے ہیں۔

اسلامی ریاست کے لیے اتباعِ خلفائے راشدین شرط:

اسلامی ریاست کے احیاء وتر، تشکیل جدید سے محمد اسد کی مراد ہر گز یہ نہیں ہے کہ صدر اسلام کی اسلامی ریاست (خلافت راشدہ) کے سیاسی وانتظامی نظائر (Precedents) کی مکمل طور پر پیروی کی جائے اور خلفائے راشدین کے دور کے انتظامی وملکی اداروں کو، جو کسی حد تک اس دور کے سیاسی و تمدنی حالات کی پیداوار تھے دور جدید کی اسلامی ریاست میں بھی من وعن قائم وبرقرار رکھا جائے۔ بلکہ وہ جدید معاصر دنیا کے تجربات سے اخذ واکتساب کرتے ہوئے اسلامی ریاست کے ڈھانچے اور اس کے اداروں کی تشکیل نو چاہتے ہیں۔ چنانچہ محمد اسد نے اسلامی ریاست کی تشکیل جدید کا جو منہاج وضع کیا ہے اس میں انہوں نے براہ راست قرآن وسنت سے سیاسی ودستوری اصول اخذ کر کے (قدیم فقہ اور ائمہ مجتہدین کے خلافت وامامت سے متعلق آراء وخیالات کو ایک طرف رکھتے ہوئے) اور جدید مغرب کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی ریاست کی تعمیر نو کی بنیاد فراہم کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کی رائے میں شریعت (نصوص قرآن وسنت) نے مملکت وحکومت کے باب میں صرف چند بنیادی اصول دینے پر اکتفا کیا ہے اور زیادہ تر تفصیلات کو اجتہادی امر قرار دیتے ہوئے انہیں امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ بطور مثال شریعت میں یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے اولوا الامر مسلمان ہوں گے اور عدل وتقویٰ اور امانت جیسی صفات کے حامل ہوں گے جبکہ کاروبار حکومت شوریٰ کے ذریعے چلایا جائے گا۔ تاہم سیاسی قیادت کے انتخاب کے طریق کار اور حلقہ رائے دہندگان اور مجلسِ شوریٰ کی ترکیب وطریق انتخاب کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان امور سے متعلق شریعت کی روح اور مقاصد کے پیش نظر ہر عہد میں جو بھی طریق کار اختیار کیا جائے گا وہ عین اسلامی ہوگا۔ محمد اسد کی رائے میں شریعت نے سیاسی قانون

---

31 محمد اسد، The Road to Mecca، ص91۔32-30؛ The Principles of State ”دیباچہ“، ص 5-6

32 محمد اسد، The Principles of State، دیباچہ، ص 5-6 The Road to Mecca، ص304 "The Social Contract in Islam"، مشمولہ Arafat، 4:1 (دسمبر 1946ء)، ص 116

33 محمد اسد The Road to Mecca، ص268-270 ، 297-319

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

بالالفاظ دیگر اسلامی ریاست کے دستور میں حرکت وارتقاء کی پوری رعایت کی ہے لہٰذا شریعت کے چند دائمی و غیر متبدل احکام کو چھوڑ کر اسلامی ریاست کے دستور کے بڑے حصے کو حالات و زمانہ کے تقاضوں کے تحت تبدیل کیا جاسکتا ہے بلکہ ایسا کیا جانا ضروری ہے۔[34]

محمد اسد کی رائے میں کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے لیے:

محمد اسد کی رائے میں کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے لیے جو تقاضا کیا جاسکتا ہے یعنی کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے لیے کم از کم جن شرائط اور مطالبات کا پورا کیا جانا ضروری ہے وہ یہی ہیں کہ :

الف: اس کے دستور میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت (Sovereignty) کو تسلیم کیا گیا ہو۔ اس کے دستور میں قرآن و سنت کے احکام کو سمویا گیا ہو، یعنی اس کے دستور اور اس کے افعال (Paractices) میں قرآن وسنت کے احکام کو واضح کیا گیا ہو، اور صریح احکامات (نصوص) کا پوری طرح سے ظہور ہو۔ چنانچہ اس ریاست میں شریعت

(نصوص قرآن وسنت) کو ملک کے اعلیٰ و برتر قانون Supreme Law کی حیثیت حاصل ہوگی اور وہ ہر نوع کی قانون سازی کی اساس/بنیادی ماخذ ہوگی۔ کوئی قانون اس برتر و اعلیٰ قانون کے منافی وضع نہیں کیا جائے گا۔ شریعت سے متصادم وضع کیا گیا کوئی قانون یا انتظامی حکم ہرگز جائز متصور نہ ہوگا بلکہ منسوخ و مسترد قرار پائے گا۔

ب۔ اس ریاست میں سیاسی قیادت و حکومت مسلم معاشرے ہی کے کسی فرد کے پاس رہے گی۔

ج۔ نظم و نسق، ریاست، کاروبار، حکومت کی بنیاد شورائیت پر ہوگی۔

د۔ اس ریاست میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت کے تحت اقتدار و حکومت کی امین و کفیل بحیثیت مجموعی امت مسلمہ ہے لہٰذا حکومت (انتظامیہ) اور مقننہ (مجلس شوریٰ) کی تشکیل و قیام بہر طور جمہور امت کی آزادانہ مرضی ورائے سے ہی عمل میں آنا چاہیے۔ جمہور کو حکومت کے انتخاب و تقرر اور اس کے احتساب و مؤاخذہ اور اس کو معزول کرنے کا بھی پورا حق حاصل ہے۔[35]

محمد اسد کے نزدیک حقیقی اسلامی ریاست اپنی نوعیت و ماہیت میں نہ تو پاپائیت (Theocracy) ہے اور نہ ہی ملوکیت و آمریت بلکہ جمہوریہ ہے۔ ان کی رائے میں جمہوری طرز حکومت اسلام کے نظام حکمرانی کے مقاصد اور روح سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ جبکہ ملوکیت و استبداد اور آمریت و مطلق العنانیت اسلام کے نظریہ و قانونِ سیاست کے بالکل ویسے ہی منافی ہے جیسے شرک عقیدہ توحید سے متصادم ہے۔[36]

جمہور کی آزادانہ رائے:

اسد کی رائے میں امیر (سربراہ ریاست و حکومت) کے انتخاب و تقرر کا حقیقی و حتمی اختیار بحیثیت مجموعی جمہور امت کو حاصل ہے۔ جمہور کی آزادانہ رائے اور مرضی کے علی الرغم بذریعہ قوت و طاقت قائم ہونے والی حکومت سراسر ناجائز اور غیر قانونی متصور ہوگی اور وہ اخلاقاً اور قانوناً شہریوں کی اطاعت کی حق دار نہیں ٹھہرتی۔ اسد اسلامی ریاست کے اندر کسی گروہ کی طرف سے جمہور امت کی رائے اور رضامندی کے علی الرغم محض قوت و طاقت کے بل بوتے پر حکومت و اقتدار پر تسلط کو اسلامی ریاست پر کسی بیرونی غیر مسلم طاقت کے غاصبانہ تسلط کے مترادف خیال کرتے ہیں۔[37]

اسلامی ریاست میں حکومتی ڈھانچہ:

جہاں تک اسلامی ریاست میں حکومتی ڈھانچہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے نزدیک معاصر دنیا کے سیاسی و حکومتی نظاموں میں سے امریکہ میں رائج صدارتی نظام حکومت سے زیادہ ہم آہنگ و مشابہ ہے۔[38]

---

34 محمد اسد، The Principles of State، ص 26-2217، Towards an Islamic

Constitution"، ص 278-277

35 محمد اسد، Islam and Politics، ص 8-7 The Principles of State ص 36-34

36 محمد اسد The Road to Mecca، ص، 268-301-305

37 محمد اسد، The Principles of State، ص 36، 38، 4441 - 25

38 ایضاً، ص 6261

تاہم ان کی رائے میں اسلامی ریاست کو اس اعتبار سے مغربی جمہوریت سے کوئی علاقہ نہیں ہے کہ اس میں حاکمیت واقتدار اعلیٰ مالک حقیقی یعنی خدا تعالیٰ کو حاصل ہے نہ کہ رضائے جمہور کو۔

محمد اسد کے نزدیک اسلامی ریاست:

محمد اسد کے نزدیک اسلامی ریاست سراسر ایک آئینی و دستوری ریاست ہے جہاں عاملہ (امیر، سربراہِ ریاست وحکومت)، مقنّنہ (مجلس شورای) اور عدلیہ کی تشکیل اور ان کے اختیارات و دائرہ ہائے کار کے حدود مقرر ہیں۔ گو اسد اسلامی ریاست کے امیر (سربراہ) کو مقتدر و بااختیار دیکھنا چاہتے ہیں تاہم ان کی نظر میں تمام اجتماعی و ملکی معاملات میں فیصلہ سازی کے علاوہ ہر نوع کی قانون سازی کا اختیار صرف جمہور امت کے معتمد علیہ ومنتخب اہل حل و عقد پر مشتمل مجلس شوریٰ ہی کو حاصل ہے۔ مجلس شوریٰ کو حکومت کی کار گزاریوں پر کڑی نگرانی اور اس کے احتساب و مؤاخذہ کا حق بھی حاصل ہے۔ اسلامی ریاست میں مجلس شوریٰ دنیا کی دیگر مجالس قانون ساز کی طرح تمام امور کا فیصلہ اتفاق رائے یا پھر کثرتِ رائے کی بنیاد پر کرے گی۔ اس کے وضع کردہ قوانین اور اس کے دیگر فیصلوں کو مسترد کرنے (ویٹو کرنے) کا اختیار امیر کو ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ محمد اسد مغرب کی جمہوری حکومتوں کے برعکس اسلامی ریاست میں حکومت اور مقنّنہ (مجلس شوریٰ) کے مابین قریبی ارتباط کے حامی ہیں۔ ان کی نظر میں اسلامی ریاست کا سربراہ مجلس شوریٰ کا ایک عام رکن ہی نہیں بلکہ اس کا سربراہ بھی ہے۔ البتہ وہ کاروبارِ حکومت کو اپنی خواہشات اور صوابدید کے بجائے مجلس شوریٰ کے مشورے سے چلائے گا مجلس شوریٰ کے اصولِ اکثریت کی بنا پر طے پانے والے فیصلے اور اس کے وضع کردہ قوانین حکومت کے لیے واجب التعمیل ہوں گے۔[39]

اسلامی ریاست میں قانون سازی:

محمد اسد کے تصور اسلامی ریاست کے مطابق اسلامی ریاست میں قانون سازی اور اجتہاد کا وظیفہ عوام کے معتمد علیہ نمائندوں پر مشتمل مجلس شوریٰ ہی انجام دے گی۔ البتہ ان کی رائے میں ارکان مجلس شوری میں دانائی و اسلامی ریاست کی تشکیل جدید محمد اسد کے افکار کا تجزیاتی مطالعہ بصیرت قرآن وسنت کے احکام سے واقفیت اور حالات وزمانہ کے مسائل و معاملات کا فہم وادراک جیسی صفات و شرائط کا پایا جانا از حد ضروری ہے۔ اسد مجلس شوریٰ کی اجتہادی قانون سازی کو مؤقتی اور قابل ترمیم واصلاح بلکہ قابل تنسیخ خیال کرتے ہیں۔[40]

محمد اسد امیر (سربراہ مملکت وحکومت) اور مجلس شوریٰ کے انتخاب و تقرر کی غرض سے بعض ترامیم کے ساتھ انتخابات کے جدید طریقوں کو اختیار کرنے کے حق میں ہیں۔

مجلس شوریٰ کے عملِ قانون سازی:

محمد اسد امیر (سربراہ ریاست وحکومت) اور مجلس شوریٰ کے مابین نزاعات کے تصفیہ و محاکمہ نیز مجلس شوریٰ کے عملِ قانون سازی پر نگرانی رکھنے کہ کوئی قانون قرآن وسنت (شریعت) کی روح و مقاصد اور ملت کے مصالح کے منافی وضع نہ ہونے پائے، نیز دستور کی محافظت اور اس کی تعبیر و تشریح کی غرض سے اعلیٰ پائے کے ماہرین شریعت اور ارباب بصیرت پر مشتمل ایک سپریم ٹریبونل (Supreme Tribunal) کے قیام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کی رائے میں اگر امیر (حکومت) صریح طور پر احکام شریعت کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو یا اس کا طرز فکر و عمل ملت کے مصالح و مفادات کے لیے نقصان دہ ہو جائے تو اس ٹریبونل کو اس کی معزولی کے لیے استصوابِ رائے (ریفرنڈم) کے انعقاد کا اختیار بھی حاصل ہوگا۔[41]

محمد اسد سمع واطاعتِ امیر کے بارے میں بڑا واضح تصور رکھتے ہیں۔ ان کی رائے میں اگر امیر فسق وفجور میں مبتلا ہو جائے اور احکامِ شریعت کی صریح طور پر خلاف ورزی کا مرتکب ہو تو اس کے خلاف خروج بھی کیا جا سکتا ہے۔ تاہم وہ ایسے امیر کو اقتدار وحکومت سے الگ کرنے کی غرض سے دستوری و قانونی طریق کار اختیار کرنے کو ہی زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں۔[42]

---

39 محمد اسد، The Principles of State، ص 43 -45، 51-58، 52، 57-63، 64، 66The Message of the Qur'an، ص92، حاشیہ 122

40 محمد اسد، The Principles of State، ص48، 52، 54، 58، 63، 64

41 محمد اسد، The Principles of State، ص65، 8066

42 محمد اسد، The Principles of State، ص72-81مزید دیکھیے : Malise Ruthven، rabia: The Islamic Muhammad Asad: "Embassador of Islam World Review، شمارہ 1 (ستمبر 1981ء)، ص61

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

محمد اسد اسلامی مملکت وحکومت سے متعلق:

محمد اسد اسلامی مملکت وحکومت سے متعلق بعض دستوری مسائل میں قدرے لبرل وآزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ تاہم متعدد مسائل میں ان کا طرز فکر روایتی راسخ العقیدہ مؤقف سے ہم آہنگ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً وہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی حیثیت و کردار کے بارے میں صریح طور پر روایتی اسلامی طرز فکر کے حامی نظر آتے ہیں۔ وہ حقوق وفرائض کے باب میں ریاست کے مسلم اور غیر مسلم شہریوں میں فرق وامتیاز ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اسلامی نظریۂ حیات کا تحفظ واستحکام اور اس کی اشاعت اس ریاست کے وجود کی علت غائی ہے۔ لہٰذا اس ریاست میں کلیدی مناصب غیر مسلموں کو تفویض نہیں کیے جاسکتے۔ اس ریاست میں تمام اہم کلیدی مناصب ملتِ اسلامیہ کے افراد ہی کے پاس رہیں گے۔[43]

اسلامی ریاست کے تحفظ ودفاع کی ذمہ داری:

اسلامی ریاست کے تحفظ و دفاع کی ذمہ داری، ان کی نظر میں صرف مسلم شہریوں کی ذمہ داری ہے اور غیر مسلموں کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اسلامی ریاست غیر مسلم شہریوں کو جو جان ومال کا تحفظ فراہم کرتی ہے اس کے عوض ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا جس کی مقدار لامحالہ طور پر زکوۃ سے کم ہوگی۔[44]

محمد اسد کے نظریہ جہاد:

محمد اسد کے نظریہ جہاد کے مطابق اسلام میں جہاد کی اجازت صرف مدافعانہ مقاصد کے لیے دی گئی ہے، اسلام اپنے پیروؤں کو جارحانہ جنگ کی ہر گز اجازت نہیں دیتا۔[45]

محمد اسد کے نزدیک اسلامی ریاست کے شہریوں کو از روئے دستور:

محمد اسد کے نزدیک اسلامی ریاست کے شہریوں کو از روئے دستور آزادی اظہار رائے، جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ جیسے بنیادی حقوق لازماً حاصل ہوں گے۔ انہیں حدود ریاست میں بعض حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے سیاسی جماعتوں کو منظم کرنے اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بھی اجازت ہوگی۔ البتہ کسی ایسی سیاسی جماعت کے وجود کی کوئی گنجائش نہ ہوگی جس کا نظریہ (Ideology) اور سیاسی پروگرام شریعتِ الٰہیہ سے متصادم ہو یا جو ملک میں اسلامی نظریہ حیات کے منافی کسی سیاسی وسماجی تبدیلی برپا کرنے کی دعویدار ہو بالالفاظ دیگر وہ شریعت کی بالادستی کو چیلنج کرتی ہو۔[46]

اسلامی طرز حیات کا تحفظ واستحکام:

محمد اسد کے تصویر اسلامی ریاست کے مطابق اسلامی ریاست بہر طور ایک اصولی و نظریاتی اور فلاحی ریاست ہے۔ اسلامی طرز حیات کا تحفظ واستحکام امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت واشاعت اسلام جیسے واجبات کی ادائیگی اس کے وجود کی علت غائی (Raison d'etre) ہے۔ ان کی رائے میں اگر کوئی ریاست اپنے شہریوں کی معاشی کفالت (یعنی ان کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی) مفت اور لازمی تعلیم کی فراہمی اور عدل اجتماعی کے قیام کے لیے موثر اقدامات نہیں کرتی تو اس کو ہر گز حقیقی اسلامی ریاست قرار نہیں دیا جاسکتا۔[47]

محمد اسد اسلامی ریاست کے لیے معاشی ذمہ داریوں کی بجاآوری کے لیے:

---

43 محمد اسد، The Principles of State، ص 40-41 The Message of the Qur'an، ص 116، حاشیہ 78

44 محمد اسد، The Principles of State، ص 73-75؛ The Message of the Qur'an، ص 62، حاشیہ 43

45 محمد اسد، The Message of the Qur'an، ص ۲۶۱، حاشیہ 40، 41 ص 512، حاشیہ 57؛ ص 41 حاشیہ 167 ۱۷۰، ص 244، حاشیہ 39

46 محمد اسد، The Principles of State 87-8482-61، 81

47 محمد اسد، The Road to Mecca، 12، 301، 302 The Principles of State، ص 30، 32، 34 87، 88، 91، 92،

48 "Constitution "Towards an Islamic، ص 282؛ The Message of the Qur'an، ص 149، 150 حاشیہ Islam and Politics، ص 9 محمد اسد، The Principles of State 88، 90، 91 ۹۲؛ وہی مصنف، Islam and Politics، ص 4، 5، 9

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

محمد اسد اسلامی ریاست کے لیے معاشی ذمہ داریوں کی بجاآوری کے لیے ریاست کے صاحب ثروت افراد اور اغنیاء پر زکوۃ کے علاوہ دیگر محاصل کے عائد کرنے کو شرعی طور پر جائز خیال کرتے ہیں۔ وہ عدل اجتماعی کے قیام اور غربت وافلاس کے قلع قمع کی غرض سے مطلوبہ وسائل کی فراہمی کے لیے ریاست کے شہریوں کی نجی املاک میں تصرف کو بھی جائز خیال کرتے ہیں۔[48]

محمد اسد کی رائے میں بنیادی ضروریات زندگی:

محمد اسد کی رائے میں بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی اسلامی ریاست کے ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ اس ریاست میں اغنیاء اور صاحب ثروت افراد کی موجودگی میں کسی فرد کو ننگا اور بھوکا پیاسا نہیں رہنا چاہیے۔ اگر ریاست کفالت عامہ، معاشی تحفظ کی فراہمی اور سماجی و معاشی عدل کے قیام سے متعلق اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتی جبکہ شہری اپنے معاشی حقوق سے محروم اور فقر وفاقہ سے دوچار رہتے ہیں تو اسے بعض حدود و تعزیرات خصوصاً حد سرقہ کے نفاذ واجراء کا حق نہیں پہنچتا۔ اسد کی رائے میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا آغاز بندگان خدا کو ان کے حقوق کی ادائیگی سے ہونا چاہیے نہ کہ حدود و تعزیرات کے اجراء سے۔ البتہ جب کوئی ریاست اپنی ان معاشی ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کرتی ہے اور ہر فرد کو روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور دیگر بنیادی لوازمات زندگی کی فراہم کی ضمانت دیتی ہے تب اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسے افراد کو جو سرقہ وڈاکہ زنی کے مرتکب ہوتے ہوں اور ریاست کے قوانین کو توڑتے ہوں قطع ید جیسی سخت سزا دے۔ چنانچہ ان کی رائے میں جب تک حقیقی فلاحی ریاست قائم نہیں ہو جاتی اس وقت تک اس نوع کی حدود کا اجراء ونفاذ ہرگز عمل میں نہیں آنا چاہیے۔

محمد اسد کے تصویر اسلامی ریاست میں اجتہاد اور قانون سازی:

محمد اسد کے تصویر اسلامی ریاست میں اجتہاد اور قانون سازی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی رائے میں قدیم اسلامی فقہی و قانونی سرمایہ فرسودہ و ناکارہ ہو چکا ہے یا پھر کم از کم دور جدید کے مطالبات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ دریں صورت اجتہادی روح کا احیاء اور قانون اسلامی کی تدوینِ جدید از حد ضروری ہے شریعت کو ملک کا زندہ متحرک قانون بنانے کی غرض سے اس اہم کام سے اعراض نہیں کیا جاسکتا۔ محمد اسد قانونِ اسلامی کی تدوینِ جدید کا منہاج بھی تجویز کرتے ہیں۔ وہ اس غرض سے کسی معتین فقہی مسلک کے التزام کے علاوہ تلفیق واختیار کے بھی مخالف ہیں۔ بلکہ وہ نصوص قرآن و سنت پر آزادانہ غور وفکر کرکے اور اجتہاد سے کام لے کر قانونِ اسلامی کی مکمل طور پر تدوین جدید چاہتے ہیں۔ اس معاملہ میں وہ قیاس اور اجماع سے بھی اعتناء نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام مالک کے فقہی اصول استصلاح کو رہنما بنانا چاہتے ہیں۔ تاہم اُن کی نظر میں اجتہادی قانون سازی کا روح شریعت کے مطابق ہونا از حد ضروری ہے۔ اسلامی قانون کی تدوینِ جدید سے متعلق محمد اسد کا تجویز کردہ یہ منہاج بہت سی وجوہات کی بناپر ناقابل عمل دکھائی دیتا ہے۔ فقہ اسلامی کے عظیم و وقیع ذخیرہ اور اجتہاد و قانون سازی کے مسلمہ ماخذ واصول اور قواعد کلیہ سے صرف نظر کرکے محض استصلاح کو رہنما بنا کر نصوص قرآن وسنت پر آزادانہ غور وفکر کے نتیجے میں کی جانے والی قانون سازی کے نتیجہ میں اُمت کا اپنے قدیم فقہی ورثہ اور اجماع و تعامل اُمت سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔ اس منہاج کی پیروی کے نتیجہ میں قانونِ اسلامی کی تدوین جدید کا کام از حد کٹھن اور دشوار بھی بن جاتا ہے۔ مزید براں اس نوع کی تدوین جدید کو جمہور امت کے اعتماد حاصل ہونے کے امکانات بھی بہت کم رہ جاتے ہیں۔[49]

اسلام کا سیاسی قانون:

محمد اسد نے اپنے نظریہ اسلامی ریاست میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا سیاسی قانون (دستوری قانون) زندہ ومتحرک اور اس قدر جاندار ہے کہ اس کی اساس پر عصر حاضر میں بھی ایک ایسی ریاست قائم کی جاسکتی ہے کہ جو ایک طرف امت مسلمہ کے دینی اور تہذیبی و معاشرتی تشخص کو قائم و برقرار رکھنے میں مد ومعاون ہو تو دوسری طرف وہ عصر جدید کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو۔ ان کے نزدیک دین و شریعت پر کاربند رہتے ہوئے

---

48 محمد اسد، Islam and Politics، ص؛ Principles of State، ص88؛ مشتاق پارکر) Interview-Muhammad Asad (Mushtaq Parker"، مشمولہ: South The Global Business Magazine، اگست 1997ء، ص 28۔ مزید دیکھیے: "Interviewd Asad"، مشمولہ Arabia: The Islamic World Review، ۵:۲۱ (ستمبر 1986ء)، ص 55؛ مصنف نامعلوم Muhammad Asad: A Great Muslim Scholar"، مشمولہ The Universal Message 12،13 (1992ء)، ص 25

49 **محمد اسد کے تصور شریعت اسلامیہ نیز اسلامی ریاست میں اجتہاد اور قانون سازی/ قانون اسلامی کی تدوین جدید سے متعلق ان کے خیالات و آراء کے جائزہ کے لیے ملاحظہ ہو؛ محمد اسد اسلامی ریاست کی تشکیل جدید محمد اسد کے افکار کا تنقیدی مطالعہ، باب ۷**

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

جدید مغربی دنیا کے سیاسی تجربات واختراعات سے اخذ واکتساب کرتے ہوئے ایک قابلِ عمل جدید جمہوری (شوروی) وفلاحی ریاست قائم کی جاسکتی ہے اور جدید سیاسی ادارے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ محمد اسد کے نزدیک اس نوع کا طرز عمل اسوہ فاروقی (ریاستی وحکومتی اداروں کی تشکیل کے باب میں معاصر اقوام ایران وروم کے تجربات واختراعات سے استفادہ سے متعلق (خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طرز فکر وعمل) کے بالکل عین مطابق ہوگا۔[50]

اصول مملکت وحکومت

محمد اسد نے دراصل اسلام کے نظریہ سیاسی اور اصول مملکت وحکومت Islamic theoretical) (and institutional framework، اور مغرب کے فنِ ملک داری Western statecraft) (and institutional theory کے مابین، اسلام کے اصول ومبادی سے انحراف اور ان سے دستبردار ہوئے بغیر، تطابق پیدا کرنے کی بہت عمدہ کوشش کی ہے۔

سعودی سفارت خانہ بنانے میں کردار:

پاکستان کو بنے تین سال ہو چکے تھے یہ 1951 تھا ابھی تک سعودی عرب میں پاکستان کا سفارت خانہ قائم نہ ہو سکا تھا۔ مصر میں متعین پاکستانی سفیر سعودی عرب میں پاکستانی امور نمٹاتا تھا۔ جدہ میں ایک بے بضاعت سا قونصل خانہ تھا۔ دوسری طرف بھارت کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے سعودی عرب کا دورہ کیا۔ یہ دورہ اتنا کامیاب تھا کہ سعودی عرب میں رسول اسلام (امن کا سفیر) کے نعروں سے اس کا استقبال کیا گیا۔ مئی 1951ء میں پاکستان نے فیصلہ کیا کہ سفارت خانہ کھولنے کی اجازت حاصل کرنے کیلئے سعودی عرب میں ایک اعلیٰ سطحی وفد بھیجا جائے۔ لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے۔

انہوں نے قومی اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین خان کو اس وفد کا سربراہ مقرر کیا لیکن عملاً وفد کی سربراہی جس شخص کے سپرد تھی ان کا نام محمد اسد تھا۔ وہ وزارت خارجہ میں جوائنٹ سیکرٹری تھے۔ (یہ وہ زمانہ تھا جب گنتی کے چند جوائنٹ سیکرٹری ہوا کرتے تھے اور ایک ایک شخص کئی کئی افراد کا کام کرتا تھا یہ تو آدھے سے زیادہ پاکستان کے علیحدہ ہو جانے کے بعد وفاقی سیکرٹری روپے کے درجن ملنے لگے۔ رہے جوائنٹ سیکرٹری تو اب سینکڑوں کی تعداد میں ہیں) آج کتنے تعلیم یافتہ پاکستانیوں کو معلوم ہے کہ محمد اسد پاکستان کے کتنے بڑے محسن تھے اور کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے؟ محمد اسد سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز بن سعود کے منہ بولے بیٹے تھے۔[51]

پاکستانی وفد کے قائد:

عربوں کی طرح عربی بولتے تھے۔ سعودی عرب کے وزیر خارجہ فیصل (جو بعد میں بادشاہ بنے) محمد اسد کے پرانے دوست تھے۔ محمد اسد نے نہ صرف بھارتی لابی کو نیچا دکھایا۔ بلکہ بادشاہ سے سفارت خانہ قائم کرنے کی اجازت بھی حاصل کر لی۔ اس وفد میں آزاد کشمیر کی نمائندگی صدر آزاد کشمیر کے معاون یعقوب ہاشمی کر رہے تھے۔ انکے الفاظ میں پاکستانی وفد کے قائد سمیت ہر ممبر نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر علامہ اسد ساتھ نہ ہوتے تو شاید وفد کو بادشاہ سے ملاقات کا موقع بھی نہ مل سکتا۔ علامہ کی گفتگو کا سعودی حکمران پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ نہ صرف انہوں نے سفارت خانہ کھولنے کی اجازت دیدی بلکہ ہمیشہ کیلئے اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کو سلطنت عربیہ سعودیہ کے انتہائی قریبی دوست کی حیثیت میں منتخب کر لیا۔ آج ملت اسلامیہ پاکستان کے سعودی عرب کے ساتھ جو گہرے برادرانہ مراسم ہیں وہ اسی وقت سے چلے آرہے ہیں ہم میں سے کتنوں کو اس حقیقت کا علم ہے کہ اس کا سارا کریڈٹ علامہ اسد کو جاتا ہے۔[52]

---

50 **ریاستی وحکومتی اداروں کی تنظیم وتشکیل کے باب میں معاصر اقوام کے تجربات واختراعات سے استفادہ سے متعلق اسوۂ فاروقی کے بارے میں ملاحظہ ہو: علامہ شبلی نعمانی، الفاروق (لاہور- مکتبہ رحمانیہ، اس بن)؛ سید امیر علی، A Short History of the Saracens (لنڈن، ۱۹۶۱ء)، ص ۵۷-۶۵**

51 قمر، محمد شبیر، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت تالیف محمد اسد، ص،50

52 تشکیل پاکستان کا اسلامی کردار اور علامہ اسد کے سیاسی افکار، یاسر جواد، ص 55

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

علامہ محمد اسد کی تجویز کردہ تعلیمی اسکیم:

محمد اسد کی اس تعلیمی اسکیم کو ایک جدید اسلامی یونی ورسٹی کا بنیادی اور عملی خاکہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں اعلیٰ پیمانے پر اسلامیات اور عربی زبان کی تدریس سے متعلق اسد کی تجاویز ایسی جان دار ہیں کہ اگر ان کو ٹھیک طور سے بر سر عمل لایا جائے تو نہ صرف یہ کہ جدید تعلیم یافتہ نسل کو مغربی تعلیم کے فاسد اثرات سے کافی حد تک بچایا جا سکتا ہے بلکہ ان کو مکمل طور پر اسلام کے اصول و تعلیمات اور اس کی تہذیب و تاریخ سے واقف کرایا جا سکتا ہے۔ مجوزہ دار العلوم کا قیام پاکستان کے قانونی اور سیاسی و معاشی نظام کی اسلامی تشکیل کے لیے مطلوبہ علمی و فکری استعداد کے حامل افراد کی تیاری میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ محمد اسد کی جدید اسلامی دار العلوم کے قیام سے متعلق تجاویز اسلامی مدارس کے نظام تعلیم کی اصلاح کے سلسلے میں اپنے اندر رہنمائی کا سامان رکھتی ہیں۔ گذشتہ برسوں میں پاکستان میں اسلامی مدارس کی اصلاح کے لیے متعدد اصحاب فکر و نظر نے محمد اسد کی تجاویز سے ملتی جلتی تجاویز پیش کی ہیں۔ سنجیدہ علمی و فکری حلقوں میں اس امر کا گہرا احساس و شعور پایا جاتا ہے کہ سائنسی و عمرانی علوم کی تعلیم و تدریس کو روایتی اسلامی مدارس کے نصابات کا حصہ بنانا چاہیے، تاکہ ان مدارس کے فضلا روایتی دینی علوم میں درک رکھنے کے علاوہ جدید امور و مسائل سے بھی واقفیت پیدا کر سکیں۔

اسلامی قانون کی تدوین جدید:

محمد اسد کے نقطہ نگاہ سے کسی بھی معاشرے میں اسلام اس وقت تک غالب نہیں ہو سکتا جب تک اس (اسلام) کے قانون یعنی شریعت کو اس معاشرے کے قانونی نظام کی اساس نہ بنا دیا جائے۔ اسی وجہ سے وہ پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کو لازمی اور اسلامی قانون کی تدوین جدید کو از حد ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کے تجزیے کے مطابق اسلامی قانون کی ترویج و تنفیذ کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ اسلامی قانون مرتب و مدون حالت میں موجود نہیں۔[53]

اسد کے نزدیک قدیم عہد کے مرتب:

اسد کے نزدیک قدیم عہد کے مرتب اور مدون کردہ فقہی مجموعے عصر جدید کی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں۔ جس زمانے میں یہ کتابیں مرتب کی گئیں، اس وقت ایسے بہت سے مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے جو عصر حاضر میں سامنے آئے ہیں اس لیے ان مسائل کا صریح جواب ان کتابوں میں نہیں ملتا۔ مزید برآں اجتماعی مسائل میں فقہا کے مابین جو اختلافات کا تنوع پایا جاتا ہے وہ جدید ذہن کے لیے پریشان فکری کا موجب ہے۔ پھر ان فقہی مجموعوں کی ترتیب و تدوین کا اسلوب بھی ایسا ہے کہ کسی بھی فقہی و قانونی معاملے کی جزئیات و تفصیلات اور اس کے متعلقات تک رسائی صرف ایک ایسے فرد ہی کے لیے ممکن ہو سکتی ہے جو اسلامی فقہ و شریعت میں گہرا درک رکھتا ہو۔ انھی وجوہات کی بنا پر محمد اسد فقہی و قانونی سرمایہ کو جدید تعلیم یافتہ افراد کے فہم سے قریب تر لانے کے لیے اسلامی قانون کی تدوین جدید کو ناگزیر ضرورت خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف یہی ایک راستہ ہے جس کو اختیار کر کے مغرب کے قانونی نظام کی تقلید سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے محمد اسد نے اسلامی قانون کی تدوین جدید کا طریق بھی تجویز کیا۔ محمد اسد کے نزدیک اسلامی قانون کی تدوین جدید کا کام جس قدر اہم اور ضروری ہے، اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ جس کے لیے طویل محنت و ریاضت اور اجتہادی بصیرت درکار ہے۔ پھر اس کام کے لیے مطلوبہ اجتہادی استعداد و قابلیت رکھنے والے علما جو ایک طرف احکام شریعت سے گہری واقفیت رکھتے ہوں اور دوسری طرف زمانہ کے حالات و مسائل سے بھی بخوبی آگاہ ہوں کی تعداد بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ انھی اہداف کے لیے وہ ایک اعلیٰ پائے کے اسلامی دار العلوم کے قیام کو ایک انتہائی اہم ملی ضرورت قرار دیتے ہیں کہ جہاں مطلوبہ استعداد و اہلیت رکھنے والے علما تیار کیے جا سکیں جو اجتہاد اور اسلامی قانون کی تدوین جدید کا وظیفہ انجام دے سکیں۔ محمد اسد بیک جنبش قلم شریعت کے نفاذ کو قابل عمل خیال نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی رائے میں یہ کام بتدریج ہونا چاہیے۔ ان کے خیال میں اسلامی قانون کی مکمل طور پر تدوین اور پھر اس کی ٹھیک طور پر تنفیذ کے لیے دس سال کا عرصہ لگ سکتا ہے۔ اسد نفاذ شریعت کے عمل کا آغاز حدود و تعزیرات کے قانون کے نفاذ و اجراء سے کرنے کے حامی نہیں ہیں۔ وہ حدود و تعزیرات کے اجراء و نفاذ سے قبل مسلم عوام کی اسلامی و اخلاقی تربیت کے لیے وسیع و موثر کوششوں کے علاوہ عدل اجتماعی کے قیام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔[54]

اصلاح نظام معیشت:

---

53 محمد اسد، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، (مترجم، محمد شبیر قمر)، ص، 65،

54 محمد اسد، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، (مترجم، محمد شبیر قمر)، ص، 69

محمد اسد کے نزدیک شریعت کا بنا معاشی استحصال سے پاک ایک عادلانہ معاشرے کا قیام ہے۔ شریعت نے جو سماجی اور اقتصادی احکام دیے ہیں ان کی عنایت معاشرے کے تمام افراد کے لیے یکساں معاشی مواقع کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور کمزور افراد و طبقات کو طاقت وروں کی طرف سے ہر قسم کے اقتصادی ظلم واستحصال سے تو فراہم کرتا ہے۔ پاکستان کو اپنے قیام کے وقت جو معاشی نظام ورثہ میں ملا تھا وہ بہت حد تک جاگیر دارانہ اور ایک محدود حد تک سرمایہ دارانہ تھا۔اسد کے نزدیک جاگیر دارانہ نظام عوام کے معاشی استحصال کا ایک طاقت ور ذریعہ اور اجتماعی عدل وانصاف کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ان کے خیال میں صدیوں سے مسلم اقوام کی اقتصادی بد حالی کی ایک وجہ زرعی املاک کا چند ہاتھوں میں جاگیر دارانہ ارتکاز رہا ہے۔

چنانچہ علامہ اسد جاگیر دارانہ نظام کے خاتمے کو بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔ وہ بڑی بڑی جاگیروں کو ختم کرکے اور انھیں خلاف قانون قرار دے کر ان کا انصرام امداد باہمی کے اصول پر کرنا چاہتے ہیں۔ زمین کی ملکیت کی حد مقرر کرکے جاگیر داروں کے پاس مقررہ حد سے تولہ زمین کو بے زمین کسانوں اور کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کے حامی ہیں۔ مزید برآں وہ معاشرے کے کمزور افراد کو طاقت وروں کی اقتصادی دھونس اور دھاندلی سے تحفظ فراہم کرنے کی غرض سے سبھی ملکیت کی تحدید بھی تجویز کرتے ہیں۔ وہ دولت کے ارتکاز کی غرض سے وراثت اور ترکے کی تقسیم اور زکوٰۃ سے متعلق شرعی احکام و قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ حکومت کے لیے عشر و زکوٰۃ کے علاوہ دیگر محاصل کے اجرار وخفاف کا حق واختیار بھی تسلیم کرتے ہیں علاوہ ازیں وہ سود کے لین دین تجارتی شدہ امارہ داری اور قابل فروخت اشیا کی ذخیرہ اندوزی جیسی قبیح اقتصادی سرگرمیوں کا مکمل طور پر انسداد چاہتے ہیں۔[55]

محمد اسد نے نظام معیشت کو اسلامی اصول واقتدار پر استوار کرنے کے لیے:

محمد اسد نے نظام معیشت کو اسلامی اصول واقتدار پر استوار کرنے کے لیے ایک اعلیٰ اسلامی تحقیقاتی ادارے کے قیام کی تجویز بھی پیش کی تھی۔ ان کی رائے میں اس ادارے سے منسلک عام بین شریعت اور ماہرین معیشت کا طریقہ یہ ہو کہ وہ کتاب وسنت کے نصوص کی روشنی میں بعض جدید معاشی امور و مسائل مثلاً بنک کاری، بیمہ، قرضوں کا لین دین اجتماعی مقاصد کے لیے سبھی املاک میں تصرف کا حق اور زرعی اصلاحات جس میں زمینوں کی قومی تحویل و تقسیم نو کا سوال بھی آجاتا ہے مسائل کی تحقیق کرے اور ان مسائل کے متعلق شرعی نقطہ نظر کی وضاحت کرے۔ یہ ادارہ اس امر کی بھی وضاحت کرے کہ ہم اپنی موجودہ معاشی سرگرمیوں اور ضروریات کو اس اجتماعی نظام کے مطابق کیسے ڈھال سکتے ہیں جو اسلام کے پیش نظر ہے؟ یہ ادارہ اس امر سے متعلق بھی عملی تجاویز مرتب کرے کہ ہماری معاشی زندگی میں از روئے اسلام کسی طرح سہی نشو و نما ہو سکتی ہے۔

مراد یہ ہے کہ اسے نہ تو جاگیر دارانہ نظام کو امت کے مفاد میں خیال کرتے ہیں اور نہ جدید مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی من و عن اسلامی ریاست میں ترویج کے حق میں ہیں بلکہ وہ ضروریات کے مطابق نظام معیشت کی اسلامی تشکیل (Islarization) کے حامی و علم بردار ہیں۔ وہ ایک ایسا نظام معیشت اپنانے کی تجویز پیش کرتے ہیں جو زور آور اور زوردار طبقے کے ہاتھوں کمزور طبقات کے ہر نوع کے استحصال کی لعنت سے پاک ہو اور انتقامی عدل کے قیام میں معاون ہو سکتا ہو۔

محمد اسد اور نفاذ شریعت:

ترجیحات پاکستان کی اسلامی تشکیل کے بارے میں محمد اسد کی مجوزہ اسکیم اور لائحہ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شریعت کا ایک بڑا واضح تصور رکھتے ہیں۔ شریعت ان کے نزدیک صرف تعزیراتی قوانین کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ اجتماعی زندگی کو سنوارنے کے لیے ایک مثبت اور جامع پروگرام بھی ہے۔ ان کے نزدیک شریعت کا مقصد و منتہائے نظر انسانیت کی فلاح اور معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ہے۔ شریعت کے ٹھیک ٹھیک طور پر نفاذ سے مسلم معاشرے میں صدیوں سے موجود بگاڑ و فساد اور عدم توازن کو دور کیا جاسکتا ہے۔ شریعت کی بنیاد پر عدل اجتماعی اور اقتصادی مساوات کو قائم کیا جاسکتا ہے۔ محمد اسد شریعت کی بنیاد پر مسلم معاشرے میں ایک مکمل و ہمہ گیر انقلاب لانے کا منصوبہ تجویز کرتے ہیں اور پاکستانی معاشرے کو اسلام کی اخلاقی و روحانی بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔[56]

شریعت کے نفاذ و اجراء کے معاملے میں:

شریعت کے نفاذ و اجراء کے معاملے میں ایک بنیادی نوعیت کا سوال یہ ہے کہ اس کی ابتدا کہاں سے کی جائے؟ موجودہ وقت میں شریعت کے نفاذ کے لیے کون سی ترجیحات ہوں؟ کیا اس کی ابتدا معاشی و اجتماعی عدل کے قیام اور اخلاقی و معاشرتی اصلاح سے کی جائے یا تعزیرات و حدود کے اجراء و نفاذ سے؟ محمد

---

55 محمد اسد، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، (مترجم، محمد شبیر قمر) ص،70

56 علی، منور، پاکستان اور شریعت اسلام (علامہ اسد آسٹروی کے خیالات کا خلاصہ)، صدق لکھنو، 7 مئی 1947ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اسد نے اس بات کو صاف کر دیا ہے۔ ان کی رائے میں اس کام کی ابتدا اخلاقی و دینی تربیت، معاشرتی اصلاح اور معاشی عدل و انصاف کے قیام سے کی جائے۔ اس کا آغاز ہر گز طور پر حدود و تعزیرات کے اجراء و نفاذ سے نہ کیا جائے۔[57]

حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کی غرض:

حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کی غرض سے اسد نے جو ترجیحات مقرر کی ہیں ان میں اخلاقی انحطاط و علمی زوال کا ازالہ اور معاشی و سماجی ناہمواریوں اور ظلم واستحصال کے جملہ مظاہر کے انسداد کو حدود و تعزیرات کے اجراء و نفاذ پر بہر حال فوقیت حاصل ہے۔ گزشتہ چند عشروں میں بعض مسلم ممالک (بشمول پاکستان) میں اسلامائزیشن کی طرف جو تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی ہے اس میں اصلاح معاشرت، عوام کی اخلاقی و دینی تربیت اور سماجی و معاشی عدل کے قیام کے بجائے حدود و تعزیرات اور بعض دوسرے سطحی اقدامات پر زیادہ زور صرف کیا گیا ہے۔ محمد اسد اس کو درست حکمت عملی تصور نہیں کرتے۔[58]

پاکستان کی اسلامی تشکیل سے متعلق محمد اسد کے اس لائحہ عمل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ملی زندگی کے بگڑے ہوئے ڈھانچے کو سنوارنے اور اسے اسلامی نمونے پر ڈھالنے کے لیے وہ اجتماعی زندگی کے جملہ شعبوں کی تعمیر نو چاہتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں تعلیم قانون اور معیشت کے شعبے ایسے ہیں جو کلیدی اہمیت کے حامل ہیں اور جن کی اصلاح و تشکیل نواز حد ضروری ہے۔ تاہم ان کے نزدیک دینی تعلیم وتربیت اور معاشرتی و اخلاقی اصلاح کا کام ان سب پر مقدم ہے۔

خلاصہ

اس فصل میں علامہ محمد اسد کی قیام پاکستان میں خدمات پر تحقیق کی گئی ہے۔ پاکستان کے بننے سے پہلے اور بعد میں علامہ محمد اسد کیسی ریاست بنانا چاہتے تھے اس میں اسلامی ریاست کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کا ذکر کیا گیا ہے اور علامہ محمد اسد کے بتائے ہوئے طریقے پر کس طرح عمل کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کو ایک ایسی اسلامی ریاست بنایا جاسکتا ہے۔ علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ سے علامہ محمد اسد کی ملاقات اور ان کے تصور اور کوششوں پر تحقیق کی گئی ہے۔ علامہ محمد اسد کے بیان کردہ اسلامی دستور کا خاکہ پر خلافت راشدہ کی بنائی گئی ریاست پر، سیکولر ریاستوں پر ، جمہور کی رائے پر، اسلامی ریاست میں قانون سازی پر، اجتہاد پر، اصول و مملکت وحکومت اور نفاذ شریعت پر تفصیلی تحقیق کی گئی ہے جن کے بعد درج ذیل اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں۔

نتائج بحث

1۔ علامہ محمد اسد کی پاکستان سے محبت وخدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔
2۔ علامہ محمد اسد کے بتائے ہوئے دستوری خاکہ پر عمل کرکے اسلامی ریاست بن سکتی ہے۔
3۔ علامہ محمد اسد کس طریقے سے اسلامی ریاست میں حائل رکاوٹوں کو دور کئے جانے کا بتاتے ہیں۔
4۔ اسلامی ریاست کے ادارے کس طرح سے اپنی حدود میں کام کرکے پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھ سکتے ہیں۔
5۔ اسلامی ریاست اور سیکولر ریاست میں فرق کیا ہے؟
6۔ نفاذ شریعت کا انداز اپنا کر کس طریقے سے اسلامی ریاست بنائی جاتی ہے۔

---

57 ایضاً، 7 مئی 1947ء

58 . 3Asad, Law of Ours, "Author's Note", p